

سلسلہ
مواعظ حستہ
نمبر ۲۷

علم اور علماء کرام کی عظمت



شیخ العرب عارف بالله مجدد زمانہ حضرت اقدس مؤلام شاہ حکیم محمد سالم خاں صاحب
والعجم عالیٰ مجدد زمانہ حضرت اقدس مؤلام شاہ حکیم محمد سالم خاں صاحب

خانقاہ امدادیہ آپریشنز: گلشن قیام، پاکستان



سلسلہ موالیٰ حسنہ نمبر ۷۳

علم اور علماء کرام کی عظمت

شیخُ العَرَبِ عَارِفُ بِاللّٰهِ مُحَمَّدُ زَمَانَةٌ
وَالْعَجَمَ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد سید خیر صاحب

حسب ہدایت و ارشاد

حلیم الامم حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد سید مظہر صاحب بخاری

محبّت تیر صنعت ہے ثمرہیں تیر نازوں کے
جوئیں نشرتا ہوں خزانے تیر رازوں کے

بفیضِ صحبتِ ابرار یہ درِ محبت ہے
بہ امیدِ نصیحتِ دوستوں کی اشاعت ہے

انتساب

شیعهُ العربَ عَلَيْهِ مَحْمَدٌ وَآلُهُ زَمَانٍ حَضُورٌ أَدَلُّ مَوْلَانَا شَاهُ حَكَمَ مُحَمَّدٌ أَخْرَجَ مَنْحُوكَ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والائیت اللہی جملہ تصانیف و تالیفات

مُحَمَّدُ السُّنَّةُ حَضُورٌ مَوْلَانَا شَاهُ أَبْرَارُ الْحَقِّ صَاحِبُ

اور

حَضُورٌ أَدَلُّ مَوْلَانَا شَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ صَاحِبُ

اور

حَضُورٌ مَوْلَانَا مُحَمَّدٌ أَحْمَدٌ صَاحِبُ

کی

صحابتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : علم اور علماء کرام کی عظمت

واعظ : عارف بالله مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختصار صاحب حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ

تاریخ وعظ : ۲۳ ربیعہ شعبان المظہم ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۸۶ء بروز التوار

مرتب : حضرت سید عشرت جبیل میر صاحب حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ

مقام : ڈھاکہ، بگلہ دیش

تاریخ اشاعت : ۲ ربیعہ شعبان المظہم ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۱ ربیعہ مئی ۱۹۸۶ء بروز جمعرات

زیر اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس: ۱۸۲ رابط: +92.21.34972080, +92.316.7771051

ای میل: khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشنِ اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی زیر نگرانی شیخ العرب والجعجم عارف بالله حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختصار صاحب نور اللہ مرقدہ کی شائع کردہ قام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی مصانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شائع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوضع کو شش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والجعجم عارف بالله مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختصار صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبہ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی چذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

.....	عرضِ مرتب
۷	شیخ بنانا کیوں ضروری ہے؟
۸	علماء کے سماں نے دعوائے علم بے ادبی ہے۔
۹	عمامہ کے متعلق بعض غلط فہمی کا ازالہ
۱۰	لگنی پہننا سنتِ مؤکدہ نہیں ہے۔
۱۱	غیر ضروری کو ضروری سمجھنا گمراہی ہے۔
۱۲	اصلی عشق رسول اتباعِ رسول ہے۔
۱۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا واقعہ
۱۴	حضرت آسمیہ کا ایمان
۱۵	نااہل سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے۔
۱۶	حضرت آسمیہ کے لیے ایک عظیم الشان نعمت
۱۷	اللہ پر فدا ہونے کا انعام
۱۸	اللہ کے نام کی لذت
۱۹	اہل علم کو اہل ذکر سے کیوں تعبیر کیا گیا؟
۲۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو سات نصیحتیں
۲۱	صحابہ کرام کی دین کی حرص
۲۲	علماء پر تنقید نادانی و بد فہمی ہے۔
۲۳	اسلام کا پیغام سارے عالم میں پہنچ چکا ہے۔
۲۴	کافروں کو مسلمان کرنا فرض نہیں ہے۔
۲۵	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد

۲۹.....	علماء کی تحقیر حرام ہے
۳۱.....	اہانتِ علم و علماء کفر ہے
۳۲	اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ
۳۳.....	اہل علم کا بلند درجہ
۳۴.....	علماء فرض کام میں لگے ہوئے ہیں
۳۵.....	ہر مسلمان پر دعوتِ الی اللہ فرض نہیں
۳۷.....	حضرت یوسف علیہ السلام کی دعائے حسن خاتمه
۳۸.....	دعوتِ الی اللہ کے لیے صلاحیت بھی شرط ہے
۳۹.....	اپنی نظر میں حقیر ہونا مطلوب ہے
۴۰	قرآن پاک کی رُو سے نبیوں والے کام
۴۰	قرآن کا ترجمہ مخفی لغت سے کرنا عظیم گمراہی ہے
۴۲	نباتات کے سجدہ کرنے سے کیا مراد ہے؟
۴۳	حکمت کی تعریف
۴۶	ترزیکیہ نفس کے مدرسے کہاں ہیں؟
۴۸	ترزیکیہ نفس کی مثال
۴۹	ترزیکیہ نفس کی تعریف
۵۱	شیخ کامل کے بغیر اصلاح نہیں ہوتی
۵۲	جعلی پیروں کی جہالت
۵۲	جس کا کوئی پیر نہ ہو اسے پیر نہ بنائیں
۵۳	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توکل
۵۴	اپنی اور اہل و عیال کے دین کی فکر مقدم ہے
۵۶	دین کے کام میں حدودِ شریعت کا لحاظ ضروری ہے

۶۱	تبليغِ جماعت نافع ہے، کافی نہیں.....
۶۱	ترکیبِ نفس علماء پر بھی فرض ہے.....
۶۳	اکابر کا فنائے نفس.....
۶۵	دین کے شعبے آپس میں رفیق ہیں، فریق نہیں.....
۶۶	تبليغِ جماعت کا عظیم الشان فائدہ
۶۶	تبليغ کے مسائل بتانا تبلیغ کا انکار نہیں ہے
۶۷	تبليغِ جماعت بہترین جماعت ہے
۶۸	مبارک اور بے مثال جماعت.....
۶۹	علماء کا اکرام نجات کا سرمایہ ہے
۷۰	کثرتِ خلک کی شرح
۷۲	ہنسنے میں بھی دل اللہ سے غافل نہ ہو
۷۳	حق بات کہنے کا سلیقه
۷۴	راہِ حق میں طعن و ملامت سے نہ ڈریں
۷۵	اپنے عیوب کا استحضار رکھیں
۷۵	اللہ والے کی نافرمانی کی سزا
۷۷	اہل علم کی فضیلت
۷۸	بزرگوں کی دعاؤں کا اثر



نقشِ قدم نبیؐ کے ہیں حُنّت کے راستے
 اللہؐ سے ملاتے ہیں سُنّت کے راستے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرضِ مرتب

پیش نظر وعظ محی و محبوبی، سیدی و سندی، مرشدی و مولائی، شیخ العرب والجم
عارف بالله حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب **ادام اللہ تعالیٰ ظلہم علینا
الی مائے وعشرين سنۃ** کے دو مواعظ اور متعدد ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے افادہ امت
کے لیے ”علم اور علماء کرام کی عظمت“ کے عنوان سے مرتب کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔
اس سلسلے کا اہم وعظ ڈھاکہ، بگلمہ دلیش میں ۲۳ ربیعہ شعبان المعتضم ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۳ ار مئی
۱۹۸۶ء میں ہوا۔

پیش نظر عظیم الشان وعظ میں حضرت والا نے علم دین اور علمائے کرام کی عظمت
قرآن پاک اور احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں جس طرح مدل انداز میں
پیش کی ہے وہ حضرت والا کے تبحر علم اور بصیرت کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔

عوام میں جن میں اکثر دیندار لوگ بھی شامل ہیں علمائے کرام کی اہانت اور تمسخر کا
خطرناک رجحان نمودار ہے جس کی وجہ علمائے کرام کے مرتبے اور عظمت سے ناداقیت ہے،
ان شاء اللہ یہ بیان ان کی آنکھیں کھوں دینے کے لیے کافی ہو گا۔ یہ وعظ ان لوگوں کے لیے
بھی مشعل راہِ ہدایت کا کام دے گا جو دین کا کام حدود شریعت کا لحاظ کیے بغیر کرتے ہیں۔

الله تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت والا کی ذات بارکات کو مع صحت و عافیت تادری
ہمارے سروں پر سلامت رکھیں، حضرت والا کے فیوض و برکات تا قیامت جاری رکھ کر ان کو
حضرت والا کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں اور ہمیں حضرت والا کی ذات مبارکہ کے فیوض
و برکات سے خوب نوازیں اور امت کو اس وعظ سے استفادے کی توفیق عطا فرمائیں۔

أَمِينٌ يَارَبَّ الْعَالَمِينَ، بِحُرْمَةِ سَيِّدِ النُّبُوْتِ سَلِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ

لیکے از خدام

احقر سید عشرت جمیل میر عفان اللہ تعالیٰ عنہ



علم اور علماء کرام کی عظمت

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیمِ

شیخ بنانا کیوں ضروری ہے؟

اس وقت میرا دورو حانی بیماریوں یعنی غصہ اور بد نظری کے سلسلے میں کچھ عرض کرنے کا رادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حسن بیان اور اپنی نصرت خاص نصیب فرمائیں اور سننے والوں اور سنانے والے کو اخلاص نصیب فرمائیں۔ اور اخلاص سے سنا کیا ہے؟ کہ عمل کی نیت سے سنے، خالی واہ واہ کے لیے نہیں اور سنانے والا بھی واہ واہ کا طالب نہ ہو بلکہ آہ کا طالب ہو۔ واہ سے کام نہیں بنے گا، آہ سے کام بنے گا۔ اسی لیے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تخلص ہی آہ رکھا تھا۔ حضرت کا ایک شعر ہے۔

تمہاری کیا حقیقت تھی میاں آہ

یہ سب امداد کے لطف و کرم تھے

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام علمی و عملی کمالات کی نسبت اپنے شیخ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی۔ مطلب یہ کہ مجدد زمانہ، ڈیڑھ ہزار کتابوں کے مصنف، بڑے بڑے علماء کے شیخ نے اپنی لغی کر کے اپنے کمالات کو اپنے شیخ کی طرف منسوب کیا۔ یہی چیز انسان کو عجب و کبر سے اور اپنے کو بڑا سمجھنے سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور جس کا شیخ نہ ہو تو پھر وہ اپنی طرف نسبت کرتا ہے کہ میں نے یہ کیا، میں نے وہ کیا اور جہاں ”میں میں“ ہو وہیں انسان ذلیل ہو جاتا ہے۔ یہ ہی ”میں“ والی بیماری شیطان کو تھی جس نے **اٹا** کہا تھا۔ اسی اثانت کو ختم کرنے کے لیے بڑے بڑے علماء نے بھی اللہ والوں کو اپنا شیخ بنایا اور تاریخ شاہد ہے کہ بڑے بڑے علماء جو علم کے آفتاب اور ماہتاب تھے، ان حضرات نے بھی اپنے نفس کو



مٹانے کے لیے اور اپنی تربیت کے لیے مربی اور شیخ کا انتخاب کیا۔ کوئی شخص مرہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کا کوئی مربی نہ ہو۔ آج مسجد و مدرسے سے نکل کر دستارِ فضیلت سر پر باندھ کر فوراً مسجد میں امامت کی جگہ بناتے ہیں اور اس کے بعد مقتدیوں کے مربی بن جاتے ہیں، حالانکہ پہلے خود مرہ نہیں بنے، تو جو شخص پہلے خود مرہ نہ بنا ہو وہ مربی کیسے بن سکتا ہے؟ نتیجہ یہ ہے کہ پھر لوگوں کی شکایت کرتے ہیں کہ جی! مولویوں کی عزت نہیں ہے۔ مولوی کی میم پر جب تک پیش رہے گا اس کی عزت نہیں ہو گی یعنی مولوی صاحب جب تک مولی صاحب رہے گا، مولی گا جر کے بھاؤ بکے گا۔ مولوی کے معنی ہیں مولی والا جیسے لاہوری کے معنی ہیں لاہور والا، پشاوری کے معنی ہیں پشاور والا، لکھنؤی کے معنی ہیں لکھنؤ والا۔ پس جب وہ مولوی اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے گا اور اللہ اللہ کر کے مولی والا بن جائے گا، تو ان شاء اللہ پھر مخلوق کی مجال نہیں ہو گی کہ اس کو ذلیل کرے اور جو اس کو ذلیل کرے گا اور دھمکی دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دھمک دے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت **السلام** ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں **السلام** کی تفسیر بیان کی ہے:

الَّذِي يُسْلِمُ عَلَى أُولَيَاءِ فَيَسْلِمُونَ مِنْ كُلِّ مُحْوِفٍ

جو اپنے اولیاء کو ہر ڈرانے والے سے سلامت رکھتا ہے۔ اولیاء اللہ اور علمائے دین کے معاملے میں آج عوام کی جو جرأت ہے کہ مسجد میں گھڑی کی سوئی دیکھتے ہیں، اگر جماعت کے ظامن سے ایک منٹ اوپر ہو گیا تو امام کے خلاف بولنے لگتے ہیں، گویا ان کے نزدیک امام لوہے کی ٹونٹی ہے کہ جب چاہا کھول دی، جب چاہا بند کر دی۔ اگر استنجا کی وجہ سے کچھ تاخیر ہو گئی تو امام صاحب کا پانچ دس منٹ انتظار کرنا چاہیے، لیکن عوام نے امام کو غلام سمجھ رکھا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں:

أَكْرِمُوا الْعُلَمَاءَ فَإِنَّهُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ



علماء کا اکرام کرو کیوں کہ یہ انبیاء کے وارث اور نائب ہیں۔ اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے **مَنْ لَمْ يُحِّلْ عَالِمِيْنَا فَلَيْسَ مِنَّا** جس نے علماء کی عزت نہیں کی میرا اُس سے کوئی تعلق نہیں۔

علماء کے سامنے دعوائے علم بے ادبی ہے

اردو کی کتابیں پڑھ کر علماء کی اصلاح مت سمجھیے، مفتی نہ بنیے۔ ایک بزرگ عالم نے سجدہ میں اپنی کہنیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا، بعد میں ایک صاحب نے کہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ سجدہ میں کہنیوں کو زمین سے نہ لگاؤ مثل کتے کے بیٹھنے کے، بلکہ کہنیاں اٹھی رہیں۔ تو مولانا نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ عالم ہیں؟ تو وہ کہنے لگا کہ عالم تو نہیں ہوں، لیکن میں نے اردو کی کتاب میں پڑھا ہے۔ پھر مولانا نے اس سے فرمایا کہ کیا آپ کے سامنے ساری حدیثیں ہیں یا صرف ایک حدیث دیکھ کر آپ مجھ پر اعتراض کر رہے ہیں؟ تو وہ کہنے لگے کہ ساری حدیثیں تو میرے سامنے نہیں ہیں۔ تو مولانا کہنے لگے کہ تم نے مجھ پر جو اعتراض کیا تم نے گناہ کبیرہ کیا، ایک عالم کی عزت کو تم نے نقصان پہنچایا۔ جب تم جاہل ہو تو تمہیں کیا حق حاصل ہے نصیحت کرنے کا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو سنتیں ہیں: ایک جوانی کی، دوسرا بڑھاپے کی۔ جب بڑھاپے میں آپ علیہ السلام کا جسم مبارک بھاری ہو گیا تھا تو آپ علیہ السلام اپنی کہنیوں سے گھٹنوں پر سہارا لیتے تھے۔ اگر کسی عالم کی کوئی چیز کھٹک رہی ہے تو کسی دوسرے عالم سے کھلواؤ، جیسے باپ سے متعلق کوئی چیز کھٹک رہی ہے تو تایا بابا سے گزارش کرو، خود آگے مت بڑھو۔ یہاں تو جس کو دیکھو خود ہی مفتی بنتا ہوا ہے، یہ مفت کے ہیں، علم والے مفتی نہیں ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

أَجْرُكُمْ عَلَى الْفُتْيَا أَجْرُكُمْ عَلَى النَّارِ

جو فتویٰ دینے میں زیادہ جری ہے وہ جہنم میں جانے کے لیے جری ہے۔ ایسے مفت کے مفتی ہر

٣- کنز العمال: ۹/۲۵۵۳) (التعظيم والقيام مؤسسة الرسالة ذكره بلفظ جملوا المشايخ فإن تمجيل المشايخ من إجلال الله، فمن لم يجلهم فليس منا

٤- سنن الدارمي: ۲۵۹، باب الفتيا وأما فيه من الشدة، دار المغنى للنشر والتوزيع



مسئلے کے بارے میں اپنا ذاتی خیال ظاہر کرتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ مسئلہ یوں ہے۔ اب تو ٹھیلے والا بھی کہتا ہے کہ میرے خیال میں یہ مسئلہ یوں ہے۔ ان عقلى کے انہوں سے کوئی پوچھے کہ بھلا دین میں خیال بھی چلتا ہے؟ کیا دین کوئی خیالی چیز ہے؟ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فقه کی کتاب شامی میں یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بغیر تحقیق کے مسئلہ بتانے میں جری ہوتا ہے وہ جہنم میں جانے کے لیے جری ہوتا ہے۔ پہلے کتابوں میں دیکھو، اگر سمجھ میں نہ آئے تو اپنے اساتذہ، مستند علماء سے پوچھو اور ان کے پاس سائل بن کر جاؤ، کوئی اعتراض نہ کرو، با ادب انداز میں کہو کہ حضرت میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں، شاگرد کی طرح پوچھو۔ امت کے لیے ضروری ہے کہ علماء سے شاگردانہ طریقے سے پوچھے۔

علماء کے متعلق بعض غلط فہمی کا ازالہ

ایک غیر عالم شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ علماء کیوں نہیں باندھتے؟ اگر عالم ہوتا تو ایسی بات نہ کرتا کیوں کہ علماء باندھنے سے متعلق یہ باتیں مشہور ہیں کہ علماء باندھ کر نماز پڑھنے سے پچیس گنازیادہ ثواب ملتا ہے اور جمعہ کے دن علماء باندھ کر جمعہ پڑھانے سے ستر گنازیادہ ثواب ملتا ہے، مگر محمد ﷺ عظیم ملائی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”موضوعاتِ کبیر“ میں لکھتے ہیں کہ **ذلک کلہ باطن موضوٰع** یعنی یہ باطل اور گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ الہذا تھوڑے سے علم میں جو لوگ اُبھجھ جاتے ہیں تو ان کو اس معاملے میں جرأت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ کتابوں سے اور بڑے علماء سے رجوع کریں۔ ان کے پاس دماغ تو ضرور ہے مگر دماغ میں گرمی ہے۔ جس زمانے میں لوگ کسی غیر واجب عمل کو واجب سمجھنے لگیں تو اس عمل کا ترک واجب ہو جاتا ہے۔ میں نے بڑے بڑے علماء و مشائخ کو خود کہتے ہوئے سنائے کہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ صحابہ نے ٹوپی سے بھی نمازیں پڑھی ہیں۔ اگر علماء باندھ لیا جائے تو اچھا ہے، لیکن اس کو واجب سمجھ لینا جائز نہیں۔

میں ایک دفعہ ڈھا کہ گیا تو دیکھا کہ مسجد میں منبر پر ایک علماء رکھا ہوا ہے، اس پر بے شمار کھیاں بیٹھی ہوئی تھیں اور بہت سارے داغ تھے، اتنے میں امام نماز پڑھانے آیا، اس نے وہ علماء باندھا اور نماز پڑھائی، نماز پڑھا کر علماء واپس منبر پر رکھ کر چلے گئے۔ محض



مقتدیوں کے ڈر کی وجہ سے عمامہ باندھ کر نماز پڑھائی۔ بعض مسجدوں میں مقتدی غائب ہیں، جہالت کا غلبہ ہے، امام بے چارے کے ناک میں دم کی ہوئے رہتے ہیں، لیکن کسی صحیح عالم امام سے رابطہ ہو جائے تو صحیح مسئلہ معلوم ہو جائے گا۔ تو اس مسجد میں یہ سلسلہ ماشاء اللہ میری ایک ہی تقریر سے ختم ہو گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ عمامہ کبھی باندھو اور کبھی نہ باندھوتا کہ امت اس کو واجب نہ سمجھنے لگے۔

تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے فرمایا کہ میں تفسیر بیان القرآن لکھتا ہوں اور اس وجہ سے مجھے بہت مطالعہ کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے میرا دماغ گرم رہتا ہے، اس لیے مجھے عمامہ باندھنے کا تحمل نہیں ہوتا۔ پھر حضرت نے اس شخص سے ایک سوال کیا کہ تم مجھے اتنی تاکید سے عمامہ کے بارے میں کہتے ہو، تو میں تم سے کہتا ہوں کہ تم لنگی کیوں نہیں باندھتے ہو جبکہ لنگی بھی تو سنت ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ لنگی کھل جاتی ہے اور میں ننگا ہو جاتا ہوں۔

لنگی پہننا سنتِ مؤکدہ نہیں ہے

بہت سارے علاقوں ایسے ہیں جہاں لنگی باندھنے کو ضروری سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ سنتِ غیر مؤکدہ اور سنتِ عادیہ میں سے ہے، لیکن لنگی باندھنے میں احتیاط بھی بہت ہونی چاہیے۔ میں نے لنگی باندھنے والوں کو بھی دیکھا ہے، کیوں کہ بنگلہ دیش کے کچھ طبلاء ہمارے ہاں پڑھتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے رات کو معایینہ کیا، تو دیکھا کہ وہ خود کبھی نہیں تھے اور ان کی لنگی کہیں تھی۔ ایک عالم ہمارے ہاں استاد تھے اور دیوبند کے فاضل تھے، لنگی باندھتے تھے، ایک دفعہ جب مچھروں نے ان کے منہ پر کاثا تو لنگی سے اپنا منہ چھپالیا، تو بتاؤ ایسی لنگی پہننا جائز ہے جو ستر کو دکھائے؟ اسی لیے کہتا ہوں کہ دن کو لنگی پہنوا اور رات کو پاجامہ پہنوا تاکہ تمہارے اعضائے مستورہ نہ کھل جائیں، خصوصاً جبکہ دوسرے لوگ بھی ساتھ سورہ ہے ہوں مثلاً تبلیغی اجتماع ہو یا مدرسے میں طلبہ کا اسٹول (دارالا قامہ) ہو۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”جامع صیغہ“ میں لکھا ہے کہ اگر اسکیلے بھی رہو تو ننگے مت سوہ، کیوں کہ اس سے فرشتوں کو حیا آتی ہے اور ان کو تکلیف ہوتی ہے اور کسی مسلمان کو اذیت پہنچانا حرام ہے تو فرشتوں کو اذیت اور تکلیف دینا تو اور حرام ہے۔



بات چل رہی تھی حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کہ جب اس آدمی نے حضرت سے کہا کہ میر استر کھل جاتا ہے اس لیے لنگی نہیں پہنچتا، تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے بھی گرمی لگتی ہے اس لیے عمامہ نہیں باندھتا، تو اس نے کہا کہ اللہ کرے آپ کی گرمی اور بڑھ جائے۔ بعض جاہل ایسے بد تیز ہوتے ہیں۔ حضرت نے اس کو جو اباً کہا کہ اللہ کرے تم اور ننگے ہو جاؤ۔

غیر ضروری کو ضروری سمجھنا گمراہی ہے

اس کے بعد حضرت نے آرام سے سمجھایا کہ دیکھو کبھی علم نہ ہونے سے غیر ضروری چیزوں کو لوگ ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔ ایک شخص تجد پڑھتا ہے اور رات دن درود شریف پڑھتا ہے لیکن یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اگر وہ کھڑے ہو کر درود شریف نہ پڑھے تو اس کا درود شریف ہی قبول نہیں ہے اور شب براءت کو حلوہ نہ بنایا تو بالکل ہی بے دین ہو گیا، تو یہ شخص دین میں غلوکرنے والا اور گمراہ ہے، کیوں کہ غیر ضروری کو ضروری سمجھتا ہے۔ کس حدیث میں یہ آیا ہے کہ درود شریف کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے؟ صحابہ جیسے عاشقوں نے تو شب براءت میں حلوہ نہیں بنایا، تو ایک غیر ضروری چیز کو اس طرح سے ضروری سمجھنا یہ صحیح نہیں ہے۔ جب آپ روضہ مبارک پر کھڑے ہو کر درود شریف پڑھیں تو آہستہ آواز سے پڑھیں۔ روضہ مبارک کے سامنے یہ آیت لکھی ہوئی ہے:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ أَمْنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

یعنی میرے نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند مت کرو۔ چنانچہ جن کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف کی زیارت کرائی ہے، ان کو معلوم ہے وہاں کوئی زور سے درود شریف نہیں پڑھتا، بلکہ شہد کی مکھیوں کی طرح بڑی پیاری آواز میں لوگ درود شریف پڑھتے ہیں۔ اگر زور سے پڑھیں تو بے ادبی ہے۔ التحیات کے بعد بیٹھ کر درود شریف پڑھنے کا طریقہ مولویوں نے نہیں سکھایا، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکھایا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے معراج شریف میں نماز سکھائی، جس میں درود شریف کھڑے ہو کر پڑھنا نہیں سکھایا بلکہ بیٹھ کر پڑھنا سکھایا۔



اگر اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہو کر درود شریف پڑھنا پسند ہوتا، تو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتے کہ قیام کی حالت میں میرے نبی پر درود شریف پڑھو، لیکن اللہ تعالیٰ نے بیٹھ کر درود شریف پڑھنا سکھایا، مگر آج کل اگر کھڑے ہو کر درود شریف نہ پڑھو تو گویا بہت بڑا جرم کر لیا، حالاں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ زیادتی اور گستاخی ہے اور غیر ضروری کو ضروری سمجھنا ہے جو عظیم گمراہی ہے۔ اسی لیے دوستو! میں یہ کہتا رہتا ہوں کہ اللہ کی محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلو اور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت یہ ہے کہ سنت پر چلو۔

صلی عشق رسول اتباع رسول ہے

بہت سے لوگ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن ان سے پوچھو کہ نماز میں کتنی سنتیں ہیں؟ کچھ معلوم نہیں۔ اور وضو کی کیا سنتیں ہیں؟ کچھ پتا نہیں، حالاں کہ سنت پر مرتضیٰ اور جینا ہمیں نصیب ہو جائے تو ہماری قسمت بن جائے گی۔ آپ بتائیے کہ ایک شخص اپنے باپ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور جب ابا کہتا ہے کہ جاؤ بیبا! دووالے آؤ، میں بیار ہوں، مجھے کھانی آرہی ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں کام و ام تو کچھ نہیں کروں گا، لیکن یا بابا یا بابا کی رٹ لگاتار ہوں گا۔ تو باپ ایسے بیٹے کو کیا کہے گا کہ ابا بابا کی رٹ لگا رہے ہو لیکن ابا کا کہنا نہیں مانتے ہو۔ ایسے ہی بعض لوگ کھڑے ہو کر صلوات و سلام زور زور سے پڑھتے ہیں، لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کا وقت آتا ہے تو ذمہ دبا کر بھاگ جاتے ہیں، نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، زکوٰۃ نہیں دیتے، حج فرض ہوتا ہے نہیں کرتے، گناہوں سے نہیں بچتے۔ بس سال میں ایک بار میلاد پڑھ لیا اور سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا حق ہم نے ادا کر دیا۔

ایران کا ایک بڑا شاعر ایک دفعہ دہلی آیا، تو سارے لوگ اس کی طرف دوڑ پڑے، کیوں کہ اس نے ایک نعت لکھی تھی جس کا مضمون بڑا بیار اتھا، اس مضمون سے پتا لگتا تھا کہ اس سے بڑھ کر کوئی عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاید دنیا میں نہ ہو۔ اس کی نعت سن کر ایک اللہ والے بھی اس کے پاس پہنچ گئے، انہوں نے دیکھا کہ وہ شاعر ایک جام کے پاس بیٹھ کر داڑھی مُندار رہا ہے۔ عشق کا مدار زبان پر نہیں بلکہ عمل پر ہے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ آگر لیش می تراشی؟ اے آغا! یہ کیا کر رہے ہو؟ آپ نے اتنی عمدہ نعت پڑھی اور اب داڑھی



منڈار ہے ہو؟ تو وہ بوکھا کر شاعرانہ انداز میں جواب دینے لگا کہ ”ریش می تراشم ولے دل کس رانی تراشم“ میں داڑھی چھیل رہا ہوں، لیکن کسی کا دل تو نہیں چھیل رہا ہوں۔ تو اس اللہ والے نے جواب دیا کہ ”بلے دلِ رسول اللہ می تراشی“ اے شخص! تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل چھیل رہا ہے۔ اس لیے دوستو! نبی کے عاشقو! اور میدانِ محشر میں نبی کی شفاعت کی امید رکھنے والو! زندگی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داڑھی منڈری ہوئی صورتوں سے نفرت کے ساتھ چھرہ پھیرا ہے اور جس حالت میں موت آئے گی اسی حالت میں اس کو اٹھایا جائے گا، لہذا اللہ تعالیٰ سے دعماً نگئے رہنا کہ یا اللہ! اس وقت تک ہمیں موت نہ دینا جب تک کہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک شکل نہ عطا فرمادیں، تاکہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں ہم یہ شعر پڑھ سکیں۔

ترے محبوب کی یا رب شبہت لے کے آیا ہوں

حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس حالت میں آدمی مرتا ہے اسی حالت میں اس کا حشر ہو گا۔ اگر کل میدانِ محشر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ سکھوں نے تو اپنے گرو نانک کی محبت میں داڑھیاں رکھیں، مگر میری محبت میں تمہیں شرم نہ آئی اور میری شکل و صورت میں تمہیں کیا خرابی نظر آئی کہ تم نے داڑھی نہیں رکھی؟ تو کیا جواب دو گے؟ اگر اللہ تعالیٰ کو داڑھی پسند نہ ہوتی تو اپنے نبیوں کو داڑھی نہ رکھنے دیتے۔ اللہ کے جتنے محبوب بندے گزرے ہیں ان سب نے داڑھی رکھی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادو گروں کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جو جادو گر آئے تھے، ان سب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا حلیہ اختیار کیا ہوا تھا، داڑھی، لمبا کرتا اور لاٹھی۔ ان لوگوں نے یہ شکل و صورت اس وجہ سے اختیار کی تھی کہ اگر کہیں انہیں شکست بھی ہو جائے، تو پتانہ چلے کہ کون ہار کر بھاگ رہا ہے۔ ہوشیاری کی تھی، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکل و صورت جیسی ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان کی شکل و صورت پسند آئی اور اللہ تعالیٰ نے

ان سب کو ایمان عطا فرمادیا، سب سجدے میں گر گئے، حالاں کہ ان لوگوں کی نیت بھی صحیح نہیں تھی، سب جادو گر یہ جان گئے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کے اژدهے نے جو ہماری لاٹھیوں کو نگل لیا ہے تو یہ جادو نہیں ہے، اس لیے کہ جادو نام ہے نظر بندی کا، ان جادو گروں نے لوگوں کی نظر بندی کر کے اپنی لاٹھیوں کو سانپ دکھایا تھا جو حقیقت میں سانپ نہیں لادھیاں تھیں، لیکن ادھر موسیٰ علیہ السلام کا عصا اللہ کے حکم سے حقیقتاً اژدھا بن گیا اور چلنے لگا، چنانچہ اس اژدھے نے سب جادو گروں کے سانپ کھالیے جو رسی پر نظر بندی تھی، تو جادو گر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے، جادو ہوتا تو وہ لاٹھی حقیقت میں اژدھانہ بنتی، لاٹھی ہی رہتی، لیکن نظر بندی سے اژدھا معلوم ہوتی، لہذا سب سجدہ میں گر گئے اور سب نے کہا **أَمَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَرُونَ** ۲۳ ۲۴ ہم حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لائے، کیوں کہ لوگ فرعون کو رب کہتے تھے تو ان سب نے امتیاز کر دیا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام والے خدا پر ایمان لاتے ہیں۔

حضرت آسمیہ کا ایمان

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ یا اللہ! میں نے فرعون اور اس کے وزیر ہامان پر انہتائی محنت کی حتیٰ کہ پسینے آگئے، لیکن پھر بھی آپ نے ان کو ایمان عطا نہیں کیا، حالاں کہ فرعون کو تھوڑا سا سمجھ میں آگیا تھا۔ ایک دفعہ اس نے اپنی بیوی حضرت آسمیہ علیہما السلام سے کہا (جو اس وقت ایمان لاچکی تھیں لیکن ظاہر نہیں کر سکی تھیں) کہ کیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آؤں؟ وہ مجھے اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اے فرعون! اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو چار نعمتوں سے نوازے گا: (۱) تو ہمیشہ تند رست رہے گا اور کبھی بیمار نہ ہو گا۔ (۲) تیری جوانی ہمیشہ باقی رہے گی۔ (۳) تیرے باطن کو تعلق مع اللہ کی ایسی دولت عطا ہو گی کہ تو دنیوی زندگی سے زیادہ موت کو محجوب رکھے گا۔ (۴) اور تجھے آخرت کی سلطنت بھی عطا ہو گی یعنی تیری آخرت بھی اللہ درست کر دے گا۔



فرعون کی زبانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیغام سن کر حضرت آسمیہ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تجھے جیسے ظالم اور خدائی کا دعویٰ کرنے والے کو خدا نے کریم یاد فرمائے ہیں۔ ارے ظالم! خوشی کے مارے تیر اپنے کیوں نہیں پھٹ گیا؟ یہ معمولی کرم نہیں ہے کہ تجھے جیسے ظالم اور سرکش کو مولا نے کریم یاد فرمارہا ہے۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ اے فرعون! تو مشورہ نہ کر، جلدی سے کلمہ پڑھ لے، تجھے تو اسی مجلس میں خوشی خوشی اس دعوت کو قبول کر لینا چاہیے تھا، مجھے تعجب ہے کہ تو خوشی کے مارے مر کیوں نہیں گیا کیوں کہ گنجے کے عیب کو تو ایک ٹوپی چھپا لیتی ہے، لیکن تیرے عیبوں کو تو اللہ کی رحمت چھپانی چاہتی ہے اور بار بار اللہ اللہ کہنے لگیں اور زار و قطار رونے لکیں۔

نااہل سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے

اس کے بعد فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کیا کہ میری بیوی جو کہہ رہی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اے ہامان! میں زمین کے معاملات میں تجھ سے مشورہ لیتا رہتا ہوں، لہذا آسمان کے معاملے میں بھی میں تجھ سے مشورہ لینا چاہتا ہوں، لیکن یہ کمخت اگر آسمانی ہوتا تو اس کا مشورہ صحیح ہوتا یہ تو زمین کا کیڑا اتحا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس پرندے کو اللہ آسمانی بناتا ہے تو اس کا منہ اوپر کی طرف رہتا ہے، اگرچہ ابھی اس کے پر بھی نہ لکلے ہوں۔ چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو، لیکن پھر بھی اس کا منہ آسمان کی طرف ہوتا ہے، کیوں کہ اس کو مستقبل میں اڑنا ہے اور آسمانی بننا ہے، چنانچہ کبوتر کا بے بال و پر کامچہ آسمان کی طرف دیکھتا رہتا ہے اور اپنے بازوؤں کو ہلا تارہتا ہے، کیوں کہ مستقبل میں اُس کو اڑنا ہے اور گائے بیل کے پچھے ہمیشہ نیچے کی طرف دیکھتے ہیں، کیوں کہ ان کو اڑنا نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو اللہ والا بنانے کا ارادہ فرماتے ہیں، تو اس کو ہر وقت آسمان اور زمین میں غور و فکر کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں کہ ہمارا خالق کون ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ہچو فرنخ میں اوسوئے سما

منتظر بہادہ دیدہ بر ہوا



یعنی مثل کبوتر کے بچے کے ہر وقت اس کا میلان آسمان کی طرف ہوتا ہے، اگرچہ اس وقت اس کے پر نہیں ہیں، لیکن وہ ہر وقت منتظر ہے کہ کب میرے پر نکلیں گے اور کب میں اڑوں گا۔

حضرت آسیہ کے لیے ایک عظیم الشان نعمت

خیر فرعون کو جب اپنی بیوی حضرت آسیہ علیہا السلام کے ایمان کا پتا چلا، تو اس ظالم نے ان کو بہت تکلیف پہنچائی، بہت ستایا، لکڑی کے تختے پر لٹا کر آپ علیہا السلام کے ہاتھوں اور پاؤں میں کلیں گاڑ دیں، حتیٰ کہ اسی حالتِ تکلیف میں آپ کی روح نکل گئی۔ مفتی بغداد علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے:

وَقَدْ وَرَدَ أَنَّ أُسَيَّةَ إِمْرَأَةَ فِرْعَوْنَ تَكُونُ
زَوْجَةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور تحقیق یہ وارد ہے کہ حضرت آسیہ زوجہ فرعون جنت میں ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیوی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کے نام پر ذرا مرکے تو دیکھو۔ مردہ لا شوں پر جو مر رہے ہیں ان کو کچھ نہیں ملے گا، بلکہ مردہ پلس مردہ ڈبل مردہ ہو جائے گا۔ دنیا کے یہ حسین بھی مردہ ہیں، قبروں میں ایک دن گل سڑ جائیں گے اور ان پر مرنے والے بھی مردہ ہو جائیں گے۔ جو مستقبل میں مردہ ہونے والے ہیں وہ گویا مردہ ہی ہیں، مردہ مردہ پر فدا ہو کر ڈبل مردہ ہو رہا ہے۔

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پر مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

اللہ پر فدا ہونے کا انعام

لیکن اگر اللہ پر فدا ہو جاؤ تو اللہ کیا انعام دیتا ہے؟ دیکھو امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کیا مقام ملا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ جلد نمبر ایک میں لکھتے ہیں کہ ان کا اصل نام



امام احمد بن حنبل تھا۔ امام احمد کے والد محمد تھے اور حنبل آپ کے دادا کا نام تھا، لیکن آپ کا پورا نام امام احمد بن حنبل مشہور ہو گیا اور باب کا نام حچپ گیا۔ یہ اپنے وقت کے بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے۔ ان کا ایک مسئلے میں بادشاہ سے اختلاف ہو گیا، یہ حق پر قائم رہے، بادشاہ نے بہت دھمکیاں دیں کہ اپنے موقف سے ہٹ جاؤ ورنہ سخت سزا دوں گا، لیکن امام احمد بن حنبل اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور کسی سزا کی پرواہ نہ کی۔ بالآخر جب بادشاہ نے ان کو کوڑے مارنے کی سزا مقرر کی، تو بغداد میں ایک شور مج گیا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا آج امتحان ہو رہا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جب پہلا کوڑا مارا گیا، تو فرمایا: سُبْحَانَ اللَّهِ! جب دوسرا کوڑا مارا، تو فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ او جب تیسرا کوڑا مارا گیا، تو فرمایا: لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَسَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مُؤْلَدٌ^{۱۵} یعنی یہ مصیبت جو آگئی ہے یہ اللہ نے ہمارے لیے مقرر کی ہے جو ہمارا مولیٰ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اتنے کوڑے مارے گئے کہ آپ کا ازار بند ٹوٹ گیا جو کپڑے کا بنا ہوا تھا، تو فوراً آسمان کی طرف نظر اٹھائی، اُس وقت آپ کے ہونٹ بھی ہل رہے تھے، مگر کسی کو پتائے چلا کہ کیا فرمایا؟ پھر وہ ازار بند خود بخود اپر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ننگا ہونے سے بچالیا۔

ایک محدث نے ایک ہفتہ کے بعد امام احمد بن حنبل کے گھر جا کر عیادت کی اور پوچھا کہ اے امام احمد بن حنبل! آپ نے اس وقت کیا پڑھا تھا؟ تو فرمایا: کہ چوں کہ میر ازار بند ٹوٹ گیا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا: إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي عَلَى الْحَقِّ فَلَا تَهْتَكْ سَتَرِي^{۱۶} اے خدا! اگر تو جانتا ہے کہ حق پر ہوں تو میرے پوشیدہ اعضا کو ننگا ہونے دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے میرا پا جامہ اور اٹھادیا۔

آپ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے استاد تھے اور اس وقت مصر میں تھے، انہوں نے اپنے ایک قاصد کو وہاں سے بھیجا اور کہا کہ جس قمیص میں میرے شاگرد امام احمد بن حنبل کو کوڑے لگے تھے وہ قمیص مجھے بھیج دیں۔ چوں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں آپ کے استاد تھے، اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وہ قمیص جس



میں انہیں کوڑے لگے تھے تعیل حکم میں دے دی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد کی قمیص پانی میں بھگوئی اور وہ پانی پی لیا فَغَسَلَ قَيْصَهُ وَشَرِبَ مَا عَاهَ ملاؤں قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ هَذَا مِنْ أَجْلِ مَنَاقِبِ إِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ یعنی یہ امام احمد بن حنبل کے بہت عظیم الشان مرتبے کی بات ہے کہ اسنا د اپنے شاگرد کا گرتا پانی میں بھگو کروہ پانی پی لے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: بَعْدَ مِائَتَيْنِ وَثَلَاثِيْنَ سَنَةً دوسو تیس سال بعد ان کی بغل میں بغداد کا ایک معزز شہری دفن ہوا، اس نے وصیت کی تھی کہ مجھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس دفن کرنا، ملاؤں قاری لکھتے ہیں کہ فَلَّمَّا دُفِنَ بِجَنِيْهِ بَعْضُ الْأَشْرَافِ یعنی جب ان کی قبر کے پہلو میں ایک معزز شہری دفن کیا جا رہا تھا اور دفن کے لیے مزدور جو قبر بنارہے تھے ان سے غلطی سے امام احمد بن حنبل کی قبر پر پھاؤڑا لگ گیا جس سے ان کی قبر کھل گئی فُوْجِدَ كَفْنَهُ صَبِيْعًا لَمْ يَبْلِ یعنی دوسو تیس سال بعد بھی ان کا کفن بالکل صحیح تھا، پھٹا تک نہیں تھا و جُشَّتَهُ لَمْ تَتَغَيِّرْ اور اس عاشق کا جسم بھی بالکل متغیر نہیں ہوا تھا، اسی طرح تازہ دم تھا جیسے ابھی ابھی دفن کیا گیا ہو۔ اور یہ آپ کی کرامت تھی۔ جو اللہ پر مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو عزت دیتا ہے۔ اس کے بعد ملاؤں قاری لکھتے ہیں کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ نکلا تو آپ کا جنازہ دیکھ کر میں ہزار کافر مسلمان ہو گئے کہ جان دے دی مگر حق اور دین کو نہیں چھوڑا، اس کو کہتے ہیں ایمان آسَلَمَ عِشْرُونَ أَلْفًا يَوْمَ وَفَاتِهِ یعنی ان کی وفات کے دن میں ہزار عیسائی اور یہودی ایمان لے آئے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

یہودی اور عیسائی ایمان لے آئے کہ اللہ ضرور ہے جس پر اس طرح سے بھی جان دی جاتی ہے۔

ان کے کوچے سے لے چل جنازہ مرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے
بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

اللہ کے نام کی لذت

عشق اور محبت نہ ہو تو سجدے میں مزہ نہیں آتا، لہذا اللہ والوں سے اللہ کی محبت

سیکھ لو۔ آج نماز ہم کو بھاری لگتی ہے، مگر جب اللہ کی محبت دل میں آجائے گی تو پھر ایک اللہ کہنے میں آپ کو دونوں جہاں کی لذت کا کیپول دل میں اُترتا ہوا محسوس ہو گا، کیوں کہ دونوں جہاں کی نعمتوں کو پیدا کرنے والے اور ان میں لذت رکھنے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔
مولانا روی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے دل ایں شکر خوشنیر یا آنکہ شکر سازد

اے دل! یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا بنانے والا۔ جو گنوں میں رس پیدا کرتا ہے تو اس کے نام میں کتنا رس ہو گا؟ مولانا روی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں، تو میرے جسم کا بال بال شہد کا دریا ہو جاتا ہے۔

نام او چو بر زبانم می رو
ہر بن مواز عسل جوئے شود

یعنی جب میں محبت سے اللہ کا نام لیتا ہوں تو میرے سارے بال شہد کے دریا ہو جاتے ہیں۔ ہم تورات کو حلوہ پیٹ میں امپورٹ کرتے ہیں اور صحنِ یتھر میں ایکسپورٹ کرتے ہیں، یعنی کھانے پینے اور درآمد برآمد کے لیے اپنے پیٹ کو ایک دفتر سمجھ رکھا ہے۔ دنیا سے تو مزے وہ لوگ لے گئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کیا۔ جنت میں صرف ایک ہی حسرت رہے گی کہ کاش! دنیا میں اللہ کے ذکر میں کوئی کمی نہ کرتے۔ جب تک سانس ہے چلتے پھرتے یا اللہ یا رحمن یا رحیم پڑھتے رہیے، درود شریف وغیرہ پڑھتے رہیے، نظروں کی حفاظت کرتے رہیے اور ساتھ ساتھ دعا کرتے رہیے کہ یا اللہ! ہم نے جو نظروں کی چوری کر کے حرام لذت حاصل کی، اس پر تو ہمیں معاف فرمًا۔ ہمارا نفس چور ہے، اس سے ہوشیار رہنا چاہیے، جیسے ایک شاعر کہتا ہے۔

اپنے جو قول سے رہیں سارے نمازی ہشیار

اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت

یعنی ان کی داڑھی سفید ہے، مگر یاد رکھنا کہ نفس کی داڑھی کبھی سفید نہیں ہوتی، یہ ظالم ہمیشہ کالی داڑھی رکھتا ہے۔



دھوکانہ کھائیئے کسی ریش سفید سے
ہے نفس نہاں ریش مسود لیے ہوئے
ریش مسود کے معنی ہیں کالی داڑھی۔

اہل علم کو اہل ذکر سے کیوں تعبیر کیا گیا؟

توبات چل رہی تھی علماء کے احترام کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَسَعُلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣﴾

دین کی جوبات تم نہیں جانتے وہ اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔ جملہ مفسرین متفقین و متأخرین سب نے لکھا ہے کہ اہل ذکر سے مراد اہل علم ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اہل علم کو اہل ذکر سے کیوں تعبیر کیا؟ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اصلی اہل علم وہ ہیں جو بہت زیادہ اللہ کی یاد میں غرق ہیں، اسی سبب سے ان کا نام ہی اللہ تعالیٰ نے اہل ذکر رکھ دیا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں صوفیوں کے ساتھ بھائیوں کی طرح محبت کرتا ہوں، لیکن علماء سے مثل باپ کے محبت کرتا ہوں یعنی جس طرح اپنے باپ کی عزت کرتے ہو ایسے ہی اپنے امام کی عزت کرو اور ذرا ذرا سی بات پر بدگمانی، اعتراض یا غایبت کر کے اللہ کے غصب کو دعوت نہ دو۔ جس میں خود برا بیاں ہوتی ہیں اُس کوہر شخص میں برا بیاں نظر آتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو سات نصیحتیں

مشکوٰۃ شریف (باب حفظ اللسان) کی روایت ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست نصیحت پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری کو سات نصیحتیں فرمائیں جس میں سے ایک نصیحت یہ ہے:

أُوصِيَكَ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهَا أَرْبَعَةُ لِأَمْرِكَ كُلِّهِ



کہ تقویٰ سے رہو تیرے سب کام بن جائیں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ چاہے وہ دنیا کا کام ہو یا آخرت کا، تقویٰ کی برکت سے دونوں جہاں بن جاتے ہیں کیوں کہ تقویٰ کی برکت سے وہ خدا کا دوست ہو گیا اور جب خدا کا دوست ہو گیا، تو خدا کا یہ جہاں بھی ہے اور وہ جہاں بھی ہے، خدا دونوں جہاں میں اس کو راضی رکھتا ہے۔ جب ابشار ارضی ہو تو پر دلیں میں بھی بیٹھے کو خرچ بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ اچھا کھانا کھاؤ، ایک ملازم بھی رکھوا اور خوب آرام سے رہو اور وطن میں بھی اسی فکر میں رہتا ہے کہ میرے بیٹے کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ اسی طرح جو اپنے رب کو ناراض نہیں کرتا بلکہ ہر وقت راضی رکھتا ہے، تو رب بھی اس کو پر دلیں اور وطن دونوں میں آرام سے رکھتا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ مزید نصیحت فرمائیں،
تو دوسری نصیحت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

**عَلَيْكَ بِتَلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللَّهِ حَرَّوْجَلَّ فَإِنَّهُ ذِكْرُكَ فِي السَّمَاءِ
وَنُورُكَ فِي الْأَرْضِ**

تلاؤت اور ذکر اللہ کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ آج ہمارا یہ حال ہے کہ قرآن شریف طاقوں میں جز دنوں میں لپٹے ہوئے ہیں۔ قرآن پاک کو طاقوں میں منت رکھو، روزانہ تلاؤت کرو، چاہے ایک ہی رکوع ہو یا صرف دس آیتیں ہی کیوں نہ ہوں، البتہ مسافر مسٹنچی ہے، کیوں کہ، برداشت بخاری شریف اس کے فرض آدھے ہو جاتے ہیں اور مسافر کو ثواب اتنا ہے جتنا وہ وطن میں وظیفہ پڑھتا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کثرت تلاؤت کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آسمانوں میں تیرا ذکر ہو گا اور زمین میں تیرے لیے نور ہو گا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلاؤت قرآن پاک اور ذکر اللہ کا انعام بتا رہے ہیں کہ آسمان میں تمہارا ذکر ہو گا اور زمین میں اللہ تعالیٰ شہمیں نور عطا فرمائیں گے۔

صحابہ کرام کی دین کی حرص

آج ہم لوگ کہتے ہیں کہ مولویوں سے زیادہ مسائل نہ پوچھو، اگر تم نے نماز کا پوچھا تو روزہ گلے لگا دیں گے، لیکن صحابہ کی دین کی پیاس بجھتی ہی نہ تھی۔ حضرت ابوذر غفاری



رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں: **قُلْتُ رَدْنِي** ہمیں اور زیادہ نصیحت کیجیے۔ ونصیحتوں کے بعد عرض کیا اور فرمائیے، واہی یہ ہے طلب علم! ایک کتاب کے بعد دوسرے کتاب کی طرف بھی ہاتھ لپکتا ہے، جب دنیوی کتابوں کی اتنی طلب ہے تو علم جو آخرت کی چیز ہے اس کی طلب تو اور زیادہ ہونی چاہیے تاکہ آخرت بن جائے، تو آپ علیہ السلام نے مزید فرمایا:

عَلَيْكَ بِطُولِ الصَّيْتِ فَإِنَّهُ مَطْرَدٌ لِلشَّيْطَانِ وَعَوْنَ لَكَ عَلَى أَمْرِ دِينِكَ

کہ اے ابوذر! تم اکثر خاموش رہا کرو، کیوں کہ اس کی وجہ سے شیطان تم سے ڈرے گا اور تمہارے دین کے تمام معاملوں میں اس سے مدد ملے گی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا: **قُلْتُ رَدْنِي** اے اللہ کے نبی! مجھے اور نصیحت کیجیے۔ کیا حرص ہے اور کیا حریص طالب علم ہے، لیکن یہ حرص مبارک ہے، ہر لمحہ بڑی نہیں ہوتی۔

ایک میمن نے تبلیغ میں وقت لگایا پھر اپنے تبلیغی جماعتیوں سے کہنے لگا کہ بھائیو! میمن بڑا لپچی ہوتا ہے تو سب نے سمجھا کہ شاید چندہ مانگ رہا ہے، لیکن پھر کہنے لگا کہ پہلے سن لو! پہلے میں پیسوں کا لپچی تھا، اب میں آپ کی دعاوں کا لپچی ہوں، تو سب نے کہا کہ ہم تو سمجھ رہے تھے کہ یہ پیسہ مانگے گا، مگر یہ دعائیں مانگ رہا ہے، اس کی لاق بدل گئی۔

علماء پر تنقید نادانی و بد فہمی ہے

تبلیغی جماعت سے یاد آیا کہ بعض اوقات غیر عالم لوگ حدود شریعت سے واقف نہ ہونے کے سبب عوام میں تبلیغ دین کی فضیلت پر اس طرح تقریر کرتے ہیں کہ مثلاً بعض ساتھی تبلیغ کے لیے جاپان گئے اور وہاں جا کر انہوں نے اذان دی، نماز پڑھی اور چنٹی روٹی کھا کر سو گئے، تو وہاں کے کافر کہنے لگے کہ ارے! ان کو توبلانشہ ہی نیند آگئی جبکہ ہم ہیر وئں کھا رہے ہیں، نشے کی گولیاں کھا رہے ہیں اور پھر بھی نیند نہیں آتی اور یہ مسلمان جو اللہ کے راستے میں نکلے ہیں ان کا نہ ہب تو بڑا اچھا ہے اور آٹھ دس آدمی ان کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر یہ

نادان مبلغ علماء پر تنقید کرنے لگتے ہیں کہ جو کام تبلیغ والے عوام کر رہے ہیں وہ علماء بھی نہیں کر رہے ہیں، یہ سخت نادانی و بد نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اہل کفر تو اپنے کفر اور خدا سے دوری کی لعنت کے باعث پریشان ہیں، بے چین ہیں، وہ جب دیکھتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کر کے یہ لوگ چٹنی روٹی کھا کر سو گئے تو وہ اسی سے اسلام لے آتے ہیں۔

لہذا ان لوگوں کی تعریف اس حیثیت سے تو کرو کہ انہوں نے ایک مستحب عمل کیا، لیکن ان کو علماء پر فضیلت مت دو، کیوں کہ علماء بخاری شریف پڑھار ہے ہیں، علوم نبوت کی حفاظت اور نشر و اشاعت کر رہے ہیں جو فرض ہے اور اب تبلیغ میں جانا فرض نہیں ہے، البتہ ایک مستحب اور پیارا عمل ہے۔ پس جو لوگ علماء کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ کل کافر قیامت کے دن علماء کے گردیاں کپڑیں گے کہ تم لوگ اپنے مدرسون میں پڑے رہے، ہمیں کفر کی تاریکی سے نہیں نکلا، تم نے ہمیں دوزخ میں کیوں جانے دیا؟ تو یہ لوگ سخت نادان اور بے عقل ہیں۔ اس طرح کی باتوں کا یہ اثر ہوتا ہے کہ عوام الناس کے دماغ میں علماء کی بے وقعتی آجائی ہے۔

اسلام کا پیغام سارے عالم میں پہنچ چکا ہے

اب میں مسئلہ بتاتا ہوں کہ بقول ان لوگوں کے اگر ان کافروں کو اسلام پہنچانا مستحب نہیں، فرض ہے تو ہمارے جتنے بھی بزرگ گزرے ہیں، مثلاً شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب، امام ابوحنیفہ، امام بخاری رحمہم اللہ یہ امر یکا اور جاپان نہیں گئے، تو یہ سب کے سب کیا ہیں؟ یہ سب کے سب تارک فرض ہوئے یا نہیں؟ اور تارک فرض ولی اللہ نہیں ہو سکتا، تو گویا بارہ سورس تک کوئی ولی اللہ ہی نہیں ہوا، اسی لیے میں نے ایک بہت بڑے مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا کہ علماء کے متعلق اس طرح بیان کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بالکل غلط اور جہالت پر مبنی ہے، چوں کہ اس کام میں اکثر علمائے محققین نہیں ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ آج اسلام اور ایمان سارے عالم میں پھیل گیا ہے، آج کوئی کافر ایسا نہیں جس کو یہ نہ معلوم ہو کہ اسلام کیا ہے، کوئی کافر ایسا نہیں جس کو معلوم نہ ہو کہ اسلام کے علاوہ کوئی دین اللہ کے نزدیک مقبول نہیں اور اسلام کے علاوہ جو کسی اور دین کو اختیار کرے گا جہنم میں جائے گا۔



اس لیے میں نے چند باتیں عرض کر دیں، کیوں کہ تبلیغی جماعتوں میں دوست احباب کے ساتھ ہماری بھی کافی شرکتیں ہوئی ہیں تو میں نے یہ مرض محسوس کیا، الہذا میں نے مفتی رشید احمد صاحب سے بات کی کہ جو لوگ جاپان جا کر مسلمان بنارہ ہے ہیں، یہ لوگ زیادہ افضل ہیں یا علماء جو بخاری پڑھا رہے ہیں؟ تو مفتی صاحب نے کہ جو لوگ تبلیغ کامبارک کام کر رہے ہیں وہ مستحب میں مشغول ہیں فرض میں نہیں۔ ایک کافر بھی ایسا نہیں ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ اسلام کیا ہے، اذان کیا ہے اور اب تو یہ ٹیلی ویژن سے اذانوں کی آوازیں سارے عالم میں پہنچ چکی ہیں، اسلام کا پیغام سارے عالم میں پہنچ چکا ہے، سب سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک مذہب ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اسلام کے علاوہ اب کوئی دین اللہ کے یہاں قبول نہیں، نجات کا ذریعہ صرف اسلام ہے، الہذا اب ان کافروں کے ذمے تحقیق ہے، لیکن جوان کو دین کی دعوت دینے جاتے ہیں وہ بھی ثواب سے محروم نہیں رہیں گے، کیوں کہ وہ بخاری نہیں پڑھا سکتے تو یہی کام کر لیں اور ثواب حاصل کریں۔ ہم مدرسے میں مشغول ہیں تو ان حضرات کو جانے کا موقع دیا جائے کہ ہمارا مال جگہ جگہ پہنچا، اس لیے ان کی قدر کرنی چاہیے، الہذا ہم اپنے دوستوں کو متوجہ بھی کرتے رہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ شرکت کرو۔

کافروں کو مسلمان کرنا فرض نہیں ہے

تبلیغ کام مبارک ہے، مستحب ہے، پسندیدہ ہے، لیکن اب فرض کے درجے میں نہیں ہے، بلکہ کافروں کو مسلمان کرنا اسلام نے فرض نہیں کیا۔ اگر کافروں کو مسلمان کرنا فرض ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن علاقوں کو فتح فرماتے ان کو اس فرض پر مجبور کرتے، کیوں کہ فرض پر مجبور کیا جاتا ہے، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی مجبور نہیں فرمایا، بلکہ حکم دیا کہ یا تو اسلام قبول کرو یا جزیہ دو۔ پس جو کفار جزیہ دینے پر راضی ہو جاتے تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا، زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ اور جزیہ کا حکم اس لیے ہے کہ اسلام کی شوکت و عزت اور کفر کی ذلت و پسی ظاہر ہو۔ جزیہ لے کر ان کو اسلام پر مجبور نہ کرنے کے کیا معنی ہوئے؟ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کو مسلمان کرنا فرض نہیں ہے، اسلام کی اطلاع دینا فرض ہے اور وہ ہو چکی، اب اگر تمہارا دل نہیں چاہتا تو ہم تمہیں مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کرتے۔ اگر مسلمان بنانا فرض ہوتا تو حمت للعابین صلی اللہ علیہ وسلم



یہی فرماتے کہ میری رحمت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ تمہارے چند پیسوں سے تمہارے کفر پر راضی ہو جاؤں، یعنی تمہارے دوزخ میں جانے پر راضی ہو جاؤں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں کو مسلمان کرنا فرض نہیں ہے۔ یہ بہت بڑے مفتی صاحب کی تقریر عرض کر رہا ہوں جو پاکستان میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں اور فقہ میں تحصص کراہ ہے ہیں، علماء کو فقیہ بنادہ ہے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کفار کو خط لکھ رہے ہیں، مشکوٰۃ شریف میں یہ خط موجود ہے کہ ”اے لوگو! إِنَّ أَدْحُوكُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ“ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر تم قبول کرتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ تم مجھ کو جزیہ دو۔ اور تم جزیہ کیسے دو؟ حنین یا پنے ہاتھوں سے دو تاکہ تمہاری ذلت قائم رہے، اگر تم کسی واسطے سے بھیجو گے تو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے، ہمیں تمہارے پیسے کی حاجت نہیں، بلکہ تمہارے کفر کی ذلت دکھانا مقصود ہے، لہذا تم جزیہ خود آکر دو اور اگر نہیں مانتے تو ہم تم سے قاتل کریں گے، اسلام نہ لانے سے نہیں، جزیہ نہ دینے سے قاتل کریں گے وَإِنْتُمْ صَاغِرُونَ اور تم ذلیل ہو جاؤ جزیہ دے کر۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے ہو تو نَحْنُ نُحْبُ الْتَّوْتَ كَمَا تُحِبُّونَ الْخُرْتَ ۝ ہم موت کو اتنا محبوب رکھتے ہیں جتنا تم شراب سے محبت کرتے، ہو پس تم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

پس اگر صحابہ جزیہ لے کر ان کو مسلمان نہیں بنارہے ہیں، کہتے ہیں کہ تم اسلام لاویا نہ لائے، جزیہ دو، ورنہ ہم لوگ جزیہ نہ دینے پر تم سے قاتل کریں گے۔ تو معلوم ہوا کہ جب وہ جزیہ دینے پر راضی ہو گئے تو اسلام کو زبردستی ان کے لگانہ کہاں فرض رہا؟ اگر اسلام کو گلے لگانا فرض ہوتا تو چند پیسوں کے بدالے ان کے کافر رہنے پر کیا اسلام راضی ہو جاتا؟ تو معلوم ہوا کہ اسلام کو ان تک پہنچانا تو ضروری ہے، مگر ان کو مسلمان بنانا فرض نہیں ہے۔ (ایک صاحب نے حضرت والا سے اجازت لے کر سوال کیا کہ بعض تبلیغی حضرات کہتے ہیں کہ صحابہ مدینہ منورہ، مکہ معظمه میں فوت نہیں ہوئے، وہ سب تبلیغ کرنے دنیا میں پھیل گئے تھے۔ تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ) بہت سے صحابہ کو انتظام ملکی کے لیے دوسرے ملکوں میں بھیجا جاتا تھا اور صحابہ کی شان تو یہ تھی کہ جہاں جاتے تھے دین پھیلاتے تھے۔



جہاں جاتے ہیں ہم تیر افسانہ چھپیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہوتیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

اس لیے وہ جہاں گئے نور پھیل گیا۔ مثلاً حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصراکے گورنر (عامل) بنائے گئے تھے، اب جب ان کو گورنر بنا کر بھیجا جاتا تو کیا وہ نہ جاتے؟ آپ کو اگر کمشنر بنائے کر کھیل جائے اور حکومت اسلامی ہو تو جانا پڑے گا۔ پس اسلامی ملک کا انتظام سنبھالنے کے لیے ان کو بھیجا گیا تھا، لہذا تبلیغ کا جوش دلانے کے لیے اس طرح بیان کرنا کہ سب صحابہ تبلیغ کے لیے مدینہ سے نکل گئے تھے اور مدینہ صحابہ سے خالی ہو گیا حقیقت کے خلاف ہے۔ ہزاروں صحابہ کی قبریں مدینہ شریف میں ہیں۔ جتنے صحابہ کی قبریں شام و مصر میں ہیں، یہ سب وہاں کے گورنر تھے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسماء الرجال کے تحت شیخ ولی الدین رحمۃ اللہ علیہ منشکوٹ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ **سَكَنَ بِالشَّامِ وَمَاتَ بِدَمِشْقٍ** شام کے گورنر تھے اور دمشق میں وفات پائی ہے۔ پس اس کو اس طرح نہ بیان کرو کہ وہ بستر لے کر تبلیغ کے چلے میں گئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو تک بتائی ہے، ان میں صحابہ اور تابعین شامل ہیں۔ چار صحابہ کا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے خاص طور پر نام لیا ہے جن میں حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں، اس طرح کل آٹھ سو صحابہ اور تابعین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث پڑھتے تھے، وہ نہ بستر لے کر نکلتے تھے، نہ کہیں چلے پر جاتے تھے۔ مرقاۃ شرح مشکوٹ جلد ا کے شروع ہی میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پائی ہزار تین سو چونسٹھ (۵۳۶۲) حدیثیں پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے بڑے بڑے صحابہ شامل تھے، جن سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کہ خبردار! تم لوگ مدینہ چھوڑ

کر جانہیں سکتے، تاکہ مجھے کوئی مشورہ کرنا ہو تو میں تم لوگوں سے مشورہ کروں تو دین کا کام آپس میں مل جل کر کرو، دین کے ہر شعبے کو اہم سمجھو اور اپنا ہی کام سمجھو، اس طرح سے مت کرو کہ نفرت دلاؤ اور علماء کی بے وقتی کرو۔ چند نادانوں کی باتوں سے ایسا معلوم ہونے لگتا ہے جیسے خدا نخواستہ بسترے کرنے نکلنے اور چلے نہ لگانے سے آدمی دوزخ میں چلا جائے گا۔ اس طرح غلو کرنا کیسے جائز ہو گا! کتنے جلیل القدر صحابہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثیں پڑھا کرتے تھے اور کبھی مدینہ سے نہیں لٹکے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اپنے دورِ حکومت میں سختی سے یہ پابندی عائد کی تھی کہ جو صحابہ علماء ہیں وہ ہرگز مدینہ سے باہر نہیں جائیں گے۔

علماء کی تحریر حرام ہے

اس تقریر سے شریعت کی حدود کا علم ہو گیا کہ کیا فرض ہے اور کیا نہیں؟ اس لیے ایسا عنوان اختیار کرنا جس سے علماء کی بے وقتی اور تحریر ہوتی ہو حرام ہے۔ اگر آلو، سبزی اور گوشت یعنی والے تبلیغ میں جا کر علماء سے کہیں کہ بھی! آپ جو علم دین پڑھ پڑھار ہے ہیں، یہ کچھ نہیں ہے، جا کر تبلیغ میں چلے لگاؤ اور اگر کسی عالم کے متعلق معلوم ہو گیا کہ اس نے چلے نہیں لگایا ہے، تو اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ ارے میاں! یہ سب ایسے ہی جھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے دین کا کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ اگرچہ سب تبلیغ والے ایسے نہیں ہیں، جو بزرگوں کے تربیت یافتہ ہیں وہ تو بہت معتدل ہیں، لیکن اکثریت نادانوں کی ہے۔

مفتي اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جس وقت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب تھا، تو میں ان کی خدمت میں دہلی میں حاضر ہوا، تو مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دو سوال کیے: ایک یہ فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں استدرج میں تو مبتلا نہیں ہوں، کیوں کہ لوگ میری طرف جو ق در جو ق متوجہ ہو رہے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اگر استدرج ہوتا تو آپ کو خوفِ استدرج نہ ہوتا، آپ کا یہ خوفِ استدرج کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل تو نہیں ہے دلیل ہے کہ آپ استدرج میں مبتلا نہیں ہیں، کیوں کہ جن کو وہ استدرج میں مبتلا کرتے ہیں یعنی جن کو ڈھیل دیتے ہیں، ان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ مجھے ڈھیل دی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :



سَنَسْتَدِرُ جُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠﴾

تو سَنَسْتَدِرُ جُهُمْ میں لَا يَعْلَمُونَ کی قید لگی ہے، کہ ہم اس حیثیت سے ڈھیل دیتے ہیں کہ اس کے لیے لامی ضروری ہے۔ یہ بات میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالی، مفتی صاحب نے یہ بیان نہیں کیا یعنی اس کی دلیل ابھی اللہ تعالیٰ نے میرے بزرگوں کی برکت سے میرے قلب میں ڈالی کہ سَنَسْتَدِرُ جُهُمْ ہم جن کو استدرج اور ڈھیل دیتے ہیں، ناراضگی کے باوجود ان کو نعمتوں میں اتار دیتے ہیں تو مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ کی قید بھی ہے، یعنی ان کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ انہیں ڈھیل دی جا رہی ہے۔

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری بات یہ فرمائی کہ چوں کہ علماء تبلیغ میں کم ہیں، لہذا مجھے اندیشہ ہے کہ عوام حدود شریعت قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ مفتی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس بات پر میں خاموش ہو گیا، میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا کہ اس بات کا تو کوئی علاج نہیں۔

لہذا اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں جہاں **أَلَا مَرْوُنَ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ** نازل کیا کہ بھلی بات بتاتے ہیں اور بُری بات سے روکتے ہیں، وہیں یہ بھی فرمایا **وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ** ﴿۱۰﴾ اللہ کے دین کی حدود کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ اور قانون اور حدود کی حفاظت وہ کرے گا جو حدود کو جانے گا اور حدود کو جاننے والے علماء ہیں۔ تو علماء سے استغنا اور ان کو اس بنابر حقیر سمجھنا کہ وہ تبلیغ کرنے جاپاں نہیں گئے، امریکا نہیں گئے اور یہ کہ وہ چھوٹے سے کنویں میں مینڈ کی طرح بیٹھے ہیں اور دین کی تبلیغ کے بین الاقوامی کام سے جڑے ہوئے نہیں ہیں، سخت بے ادبی ہے۔ ایسے شخص کو قیامت کے دن پتا چلے گا کہ علماء کی تحقیر کتنا بڑا جرم ہے۔ علماء کی اہانت کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کفر لکھا ہے، یہ جرم عظیم ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **مَنْ لَمْ يُبَيِّنْ عَالِيمِينَ فَلَيْسِ مِنَّا** ﴿۱۱﴾ کہ جس نے میری امت کے عالم کا اکرام نہیں کیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق

۱۰۔ الاعراف: ۱۸۲

۱۱۔ التوبۃ: ۱۱۷

ہـ۔ کنز العمال: ۹، (۱۵۵۰۳)۔ (التعظیم والقيام مؤسسة الرسالة، ذکرہ بلفظ جل جلال المشايخ فی ان تمجیل المشايخ من إجلال الله فین لم يجلهم فلیس منا)



نہیں۔ لہذا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہی رشتہ کٹ گیا تو ایسے شخص کا کیا حشر ہو گا؟

اہانتِ علم و علماء کفر ہے

”بینات“ میں ایک مضمون شایع ہوا تھا کہ کوئی نہ میں اجتماع میں علمائے کرام کی تقاریر کے بعد ایک غیر عالم کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ مولوی لوگوں کی باتیں تو آپ نے نہیں لیں، اب عمل کی بات کرو۔ بولیں بھی بولیں! جلد، سال کی جماعتوں کے لیے۔ حاملانِ وحی، جن کے سینوں میں قرآن و حدیث ہے، ان کے ساتھ اس طرح حقارت کا عنوان اختیار کرنا، علمائے کرام کے خلاف نفرت اور حقارت پیدا کرنا ہے، اس لیے حدودِ شریعت کی حفاظت بہت ضروری ہے۔

شah عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اہانتِ علم اور علماء کفر ہے۔ یہ بات کہاں تک پہنچتی ہے۔ اگر اہانتِ مِنْ حَيْثُ الْعِلْمِ ہو جیسے مثال کے طور پر یہ کہا گیا کہ اب مولانا لوگوں کی تقریر تو ہو گئی، بولو بھی بولو، اب عمل کی بات کرو، تقریروں سے کام نہیں ہوتا، بولو بھی کتنا چل دو گے؟ گویا علماء کی تقریریں محض باتیں ہیں عمل سے خالی ہیں۔ اس قسم کا عنوان جس سے علماء کی اور قرآن و حدیث کی باتوں کی بے وقعتی ہوتی ہو اہانتِ علم ہے اور شah عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہانتِ علم اور اہانتِ اہل علم کفر ہے۔ لہذا اس طرح کا کوئی طرزِ اختیار مت کرو کہ گویا علماء کو گرفت میں لانا چاہتے ہو کہ مولوی لوگ جو مدرسوں میں پڑھا رہے ہیں وہ سب بے کار ہیں۔ علماء کی جو تیوں کی خاک کو اپنے سے افضل سمجھو۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

مَنْ لَمْ يُبَيِّنْ عَالِمِينَ فَلَيَسْ مَنًا

جو ہمارے علماء کا اکرام نہیں کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ علماء کے اکرام کے لیے یہی حدیث کافی ہے۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو علمائے ربنا ہیں کی حقارت کرتا ہے اس کی قبر کو کھود کر دیکھو، اس کا منہ قبلہ سے پھیر دیا جاتا ہے۔ بہر حال تبلیغ میں اکثریت

اچھوں کی ہے جو علماء کا اکرام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ

اللہ تعالیٰ نے علماء کو بڑا درجہ دیا ہے، اس لیے کہتا ہوں کہ ان کی قدر کرو، لیکن جس کے قلب میں علماء کی عظمت نہ ہو تو مجھے صدمہ ہوتا ہے۔ پس عوام جب بستر لے کر دین کے لیے جاتے ہیں تو مجھے خوشی ہوتی ہے، ہم خود ترغیب دیتے ہیں اور ہم اجتماعات میں بھی بلاۓ جاتے ہیں، ہماری تقریریں بھی ہوتی ہیں، لیکن جب کہیں ایسی بات سنتا ہوں جس میں علماء، مشائخ اور بزرگانِ دین کی بے وقتی ہو تو مجھ سے یہ بات برداشت نہیں ہوتی، کیوں کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، مولانا شید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانو توی، عبداللہ ابن مبارک، امام ابو حنیفہ، امام احمد ابن حنبل، امام شافعی، خواجہ حسن بصری رحمہم اللہ وغیرہ یہ سب حضرات تو بستر لے کر نہیں نکلے، پھر اس قسم کی بات کرنا کہ جو چلہ نہیں لگاتا اس کے جنت میں جانے کی گویا کوئی ضمانت نہیں یا ایسی تقریر کرنا جس سے علمائے کرام کی عوام کے دل میں وقعت کم ہو جائے حرام ہے۔

سنونتوی اس فقیر کا کہ ایسا عنوان اختیار کرنا اور کسی عمل یا کسی نوع کی خدمت کی فضیلت اس طرح بیان کرنا، جس سے علماء و مشائخ اور اہل اللہ کی عظامتوں میں کمی آجائے اور لوگ کہنے لگیں کہ ہمارے علماء و مشائخ تو پچھ نہیں کرتے، حجروں میں پڑے ہیں، مدرسوں میں پیکھوں کے نیچے میٹھے ہیں، اس قسم کے بیانوں کے حرام ہونے کا فتویٰ احقر دیتا ہے، اس لیے کہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

مَنْ عَادَى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ أَذْتَنَّهُ بِالْحَرْبِ

جو میرے اولیاء کی حقارت اور ان کے ساتھ دشمنی کرے۔ تو میر اس سے اعلانِ جنگ ہے۔ کیا یہ معمولی دشمنی ہے کہ امت کو اہل اللہ سے، علماء سے بد ظن کر دیا جائے اور صرف چند چلے لگانے سے غیر علماء کو علماء کے برابر کر دیا جائے؟ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے دل کے مریضوں کو



ہارت اسپیشلیسٹوں کی بے و قعیتی کر کے مرہم پڑی کرنے والوں کا معتقد بنایا جائے کہ جاؤ ناگ پر پڑی چڑھالو، وہ بے چارہ آیا تھا دل کا آپریشن کروانے کے لیے، معلوم ہوا کہ ہارت فیل ہو گیا اور پڑی بندھی کی بندھی رہ گئی۔

اہل علم کا بلند درجہ

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **بِرَفْعِ اللَّهِ الَّذِينَ أَسْنَوْا مِنْكُمْ** اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا درجہ بلند کرتا ہے، آگے فرماتے ہیں: **وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَتٍ** تو عالم بھی تو ایمان والے ہیں، ان کی تعریف تو ان میں شامل تھی لیکن، **وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ** میں ان کو الگ کیوں بیان کیا گیا؟ علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سارے مومن کتنے ہی مبلغ ہو جائیں، کتنے ہی عابد ہو جائیں، اتنی کرامت ہو جائے کہ آسمانوں میں اڑنے لگیں، لیکن **وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ** یعنی علماء کے درجات کے مقابلے میں نہیں آسکتے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علماء کو الگ بیان کر کے جتنی عزت بخشی ہے کسی اور کو ایسی عزت عطا نہیں فرمائی۔^{۱۱} اسی لیے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے عوام کے دل میں علماء کی عظمت کم ہو۔ اگر عوام میں علماء کی عظمت نہ ہو گی تو بڑا فتنہ پیدا ہو گا۔ پھر نتیجہ کیا ہو گا کہ علماء کو بھی نفرت پیدا ہو جائے گی اور اس سے کیا ہو گا؟ دونوں کو نقصان پہنچے گا۔ علماء کو کم پہنچ گا عوام کو زیادہ پہنچ گا، علماء کو یہ کہ عوام کی خدمت کی سعادت نہیں ملے گی اور عوام علماء سے متغیر ہو کر بالکل ہی محروم ہو جائیں گے، نہ صحیح راستے پر رہیں گے نہ حدود کا خیال کریں گے۔

علماء فرض کام میں لگے ہوئے ہیں

پس جو لوگ خود کو علماء سے دور رکھتے ہیں اور تبلیغی اجتماعات میں بہت بڑا مجمع دیکھتے



ہیں، تو سمجھتے ہیں کہ ہمارے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بنگلہ دیش میں مثلاً دس کروڑ مسلمان ہیں، اگر ان میں سے ایک کروڑ تبلیغ میں لگے ہیں تو نو کروڑ مسلمانوں کو کون دین پہنچائے گا؟ یہی علماء جو مساجد میں ائمہ ہیں، مدارس میں پڑھار ہے ہیں، خانقاہوں میں ترکیہ و اصلاح کا کام کر رہے ہیں۔ اگر سارے ڈاکٹر بستر لے کر گاؤں گاؤں نکل جائیں اور یہاں لوگ ڈاکٹر کے پاس پہنچیں، تو معلوم ہو کہ وہ گشتی شفاخانہ لے کر تین چلے گانے گئے ہیں، تو مریض کا کیا حال ہو گا؟ لہذا جس طرح ان ڈاکٹروں کی قدر کرتے ہو جو دوکان لیے شہروں میں بیٹھے ہیں، اسی طرح ان علماء و حفاظ و قراء کو بھی عزت سے دیکھو جو شہر میں کام کر رہے ہیں۔ نورانی قaudہ پڑھانے والے کی بھی عزت کرو، بخاری شریف پڑھانے والے کی بھی عزت کرو، جو دین کے جس کام میں لگا ہوا ہے اس کو فریق مت بناؤ، رفیق بناؤ۔ دین کا ہر شعبہ اہم ہے اور ہمارا ہے، خواہ وہ تعلیم کا شعبہ ہو، تدریس کا شعبہ ہو یا تبلیغ کا شعبہ ہو، لہذا یہ عنوان اختیار کرنا کہ صاحب ہم جیسوں سے جاپان میں اتنے لوگ مسلمان ہو گئے اور امریکا میں اتنے مسلمان ہو گئے اور علماء سے کچھ کام نہیں ہو رہا ہے، یہ عنوان دین میں تفرقة ڈالنے والا ہے۔ ارے! علماء فرض میں لگے ہیں اور تم مستحب میں لگے ہو، تم علماء کے پیر کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتے، قیامت کے دن فیصلہ ہو گاتب پتا چلے گا۔

کفار کو اسلام پہنچانا مستحب عمل ہے اور دین کی حفاظت کرنا فرض ہے۔ جو قرآن پاک کی حفاظت کر رہا ہے، حدیث پاک کی حفاظت کر رہا ہے وہ فرض کام میں لگا ہوا ہے۔ اور آپ بتائیں کہ جو فرض میں لگا ہوا ہے وہ اہم ہے یا جو نفل میں لگا ہوا ہے وہ اہم ہے؟ بادشاہ ایئر کنٹلائن میں بیٹھا ہوا ستھن کرتا ہے، تو کیا اس کی عظمت کو وہ مزدور پا سکتا ہے جو محظیہ کھینچ رہا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ہم نے تو جنگلوں میں، دریاؤں میں پسینے گرائے ہیں اور مولوی لوگ پنکھوں کے نیچے بیٹھ کر بخاری پڑھار ہے ہیں، تو مولانا لوگ ہمارے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اب پسینے کی قیمت بھی سن لو! ہر شخص کے پسینے کی قیمت اس کی عقل و فہم اور دین کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ کیا ساری امت کا پسینہ نبی کے ایک قطرہ پسینے کے برابر ہو جائے گا؟ نبی کے ایک قطرہ خون کے برابر کیا ساری امت کا خون ہو سکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس روشنائی سے علماء کتاب لکھتے ہیں وہ روشنائی قیامت کے دن شہیدوں کے

خون کے برابر وزن ہو گی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی صحت کی تصدیق کی ہے۔ علمائے محدثین نے اس حدیث کی تصدیق کی ہے کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

میں نے یہ اس لیے عرض کر دیا تاکہ شیطان آپ کے دلوں میں وسوسہ نہ ڈالے کہ علماء تو جھروں میں بیٹھے ہوئے بخاری شریف پڑھا رہے ہیں اور تبلیغی جماعت والے جاپان میں اسلام پھیلایا رہے ہیں، لہذا تبلیغی جماعت کے عوام افضل ہیں علماء سے۔ اگر یہ خیال کیا تو گراہ ہو جائیں گے، کیوں کہ فرض میں مشغول ہونے والے کو مستحب میں مشغول ہونے والے سے کمتر سمجھنا جہالت ہے۔ ہمارے علماء مدارس میں علماء تیار کر رہے ہیں، پھر تبلیغی احباب بھی ان ہی سے دین سیکھتے ہیں اور ماشاء اللہ دروازہ پہنچاتے ہیں۔ تخلیق الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم تھے، انہوں نے جو کتابیں لکھیں تو تبلیغی احباب ان کے مال کو گلی گلی، کوچہ کوچہ، پہاڑوں کے دامن میں پہنچا رہے ہیں۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ ہمارا مال پہاڑوں تک پہنچ گیا، لیکن ٹھیلے والے کو چاہیے کہ فیکٹری کو حقیر نہ سمجھے، فیکٹریاں بند ہو جائیں گی تو تمہارے ٹھیلے پر ایک کپڑا، ایک مال بھی نظر نہیں آئے گا۔ تو علماء و مدارس دین کی فیکٹریاں ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کا حکم ان الفاظ میں نازل کیا ہے:

بَلِّغُ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ^۹

یعنی جو نازل کیا گیا ہے اُس کی تبلیغ کرو۔ اب اگر کسی کے پاس **مَا أُنْزِلَ** نہیں ہے تو وہ کیا تبلیغ کرے گا؟ **مَا أُنْزِلَ** ہی کی تو تبلیغ کرنی ہے۔

ہر مسلمان پر دعوت الی اللہ فرض نہیں

تبلیغی جماعت جو یہ کہتی ہے کہ یہ کام نبیوں والا ہے تو بے شک لوگوں تک دین پہنچانا نبیوں والا کام ہے، لیکن یہ کام ہر ایک پر فرض میں نہیں ہے **وَلَا تُكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى النُّخْرِيَّتِ مِنْ مِنْ** تبعیضیہ ہے۔ تمام جمہور کا اجماع ہے کہ جو دعوت الی اللہ کی صلاحیت



رکھتے ہوں وہی بیان کریں، یہ نہیں کہ جو چاہے منبر پر کھڑا ہو کر اُٹ پلانگ مسئلے بیان کرے۔ اسی لیے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ والوں کو چھ نمبر میں محدود کیا تھا لیکن اب بعض نیارنگ روٹ جوش میں آکر چھ نمبر کو بھی توڑ دیتا ہے اور جو سامنے بیٹھا ہوتا ہے لاپرواں سے اُسے لات بھی مارتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم ہو اور معافی بھی نہیں مانگتا۔ بس جوش میں کبھی آگے بڑھتا ہے اور کبھی پیچھے ہوتا ہے، پاگل کی طرح تقریر کرتا ہے، یہ لات میں بھی کھاچکا ہوں اس لیے بیان کر رہا ہوں۔ ایک شخص واحد کالونی ناظم آباد میں بیان کے لیے کھڑا تھا، میں محض اس لیے اس کے بیان میں بیٹھ گیا کہ بھی دعوت کے کام سے جوڑ رہے، اب جناب وہ آگے بڑھتا ہے، تو مجھے ایک لات مارتا ہے پھر پیچھے ہوتا ہے، پھر آگے بڑھتا ہے اور ایک لات مارتا ہے، جوش میں بس تقریر کیے جا رہا ہے، اسی لیے نفس کو مٹانے اور مہذب کرنے کے لیے ایک زمانہ چاہیے۔

تو جو چیز میں بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس عقیدے کی اصلاح فرض ہے کہ نبیوں والا کام صرف تبلیغی جماعت کر رہی ہے، حالانکہ خانقاہوں میں تزریقیہ نفس کا، مکاتب قرآن میں قرآن کے الفاظ کی حفاظت کا اور دارالعلوم و مدارس دینیہ میں قرآن و حدیث کی تفسیر و شرح کا جو کام ہو رہا ہے یہ بھی نبیوں والا کام ہے، اس لیے علماء کو اس بنابر حقیر سمجھنا کہ یہ بستر اٹھا کر چلے پر نہیں جاتے بالکل حرام ہے۔ جب ایک ادنیٰ مسلمان کو حقیر سمجھنے سے جنت میں داخلہ نہیں ملے گا، تو علماء کو حقیر سمجھنا کیسے جائز ہو گا؟ حدیث شریف میں ہے:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبِيرٍ

جس کے دل میں رائی کے برابر بڑائی ہو گی وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اور حدیث شریف میں کبر کے دو جذباتے گئے ہیں:

بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ

نمبر ۱) حق کو قبول نہ کرنا، نمبر ۲) انسانوں کو حقیر سمجھنا۔ **النَّاسُ** میں الف لام استغراق کا ہے یعنی کسی بھی انسان کو حقیر سمجھنا۔ اس لیے مسئلہ یہ ہے کسی کافر کو بھی حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے،



اس کے کفر سے تو نفرت ہو، لیکن اس کی ذات کو حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ بہر حال
اس کے مسلمان ہونے کا امکان موجود ہے۔

یقین کافر را بخواری منگرید
کہ مسلمان بودنش باشد امید

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ کسی کافر کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو، کیوں کہ اس کے مسلمان
ہونے کا امکان ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے کہ اسے مرتبے وقت کلمہ نصیب ہو جائے اور آپ کے
پاس کیا ضمانت ہے کہ آپ کو کلمہ نصیب ہو گا؟

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعائے حسن خاتمه

اللہ والے کیوں ساری زندگی حسن خاتمه کے لیے روتے ہیں اور سوء خاتمه سے پناہ
مانگتے ہیں؟ کیوں حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی:

تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَحْقِنِي بِالصَّالِحِينَ

اے اللہ! مجھے حالتِ اسلام میں وفاتِ دیجیے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کسی نبی کا خاتمه کفر پر ہو
جائے؟ یہ ممکن نہیں ہے، ممتنع ہے، محال ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نبی اُسی کو بناتا ہے جو ساری
زندگی باوفار ہے اور اسی وفاداری میں اس کی روح قبض ہو، ورنہ اللہ کے علم اور انتساب پر
اعتراض لازم آئے گا کہ ایسے شخص کو نبی بنادیا جس کا خاتمه خراب ہو گیا۔ نعوذ باللہ!

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ دعا
تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَحْقِنِي بِالصَّالِحِينَ یعنی اسلام پر وفات اور صالحین کے ساتھِ الحاق
کیوں مانگا؟ حکیم الامت بیان القرآن کے حاشیہ مسائلِ السلوك میں فرماتے ہیں کہ اس آیت
میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے خوف کو بیان فرمایا ہے:

**فِيهِ خَوْفُ الْأَنْبِيَاءِ مَعَ عَصْسَتِهِمْ وَأَمْتِنَاعَ النُّكُفِرِ عَلَيْهِمْ فَكَيْفَ يَصِحُّ
لِغَيْرِهِمْ أَنْ يَغْتَرَّ بِصَلَاةِ**



اس آیت سے انبیاء کے خوف کا پتا چلتا ہے، باوجود اس کے کہ وہ معصوم ہوتے ہیں اور ان پر کفر ممتنع و محال ہے، کوئی نبی کافر نہیں ہو سکتا، ان سے ایک لمحہ کے لیے بھی کفر کا صدور نہیں ہو سکتا، لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں کہ اے خدا! ایمان پر خاتمه نصیب فرمائیے، باوجود اس کے کہ ان کے لیے کفر محال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں کی یہ شان ہوتی ہے، ان میں اکڑوں نہیں ہوتی اور وہ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ بے خوف ہونے والا خطرناک آدمی ہے، غیر مقبول ہے، مقبولین کے راستے سے، سپر ہائی وے اور شاہراہ سے ہٹا ہوا ہے۔ توجہ انبیاء یہ دعا مانگ رہے ہیں **تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَتَحْقِنِي بِالصَّالِحِينَ** یعنی ہمیں اسلام پر موت دیجیے اور صالحین سے مل جن کر دیجیے **فَكَيْفَ يَصْحُ لِغَيْرِهِمْ أَنْ يَعْتَرِضَلَاهُ** تو غیر نبی کے لیے یہ کیسے جائز ہو گا کہ وہ اپنی نیکیوں سے دھو کے میں پڑ جائے کہ میں بھی کچھ ہوں؟

دعاوت الی اللہ کے لیے صلاحیت بھی شرط ہے

لہذا دعاوت الی اللہ کے لیے اول تو صلاحیت ہونی چاہیے **وَلَا تَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّحْرِ مِنْ مِنْ** تبعیضیہ ہے کہ تم میں سے بعض لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو دعاوت الی اللہ کا کام کریں، ہر امتی پر دعاوت الی اللہ فرض نہیں ہے۔ یہ مسئلہ خوب سمجھ لیجیے کہ ہر امتی پر دعاوت الی اللہ فرض نہیں ہے۔ **مِنْ** تبعیضیہ کا تقاضا ہے کہ جن میں صلاحیت ہو وہ تبلیغ کریں، اگر صلاحیت نہیں ہے تو حاصل کریں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے **بِلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ** نازل فرمایا کہ اے نبی! **جُو مَا أُنْزِلَ** ہے یعنی جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کیجیے۔ پس جس کو پتا ہی نہیں کہ **مَا أُنْزِلَ** کیا ہے تو وہ کس بات کی تبلیغ کرے گا؟

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کو چھ نمبر میں محدود کر دیا تھا، تاکہ گمراہی کے سیالاب کا علاج ہدایت کے سیالاب سے ہو جائے۔ جس درجے کا مرض ہوتا ہے اپنی بائیوٹک بھی اسی درجے کی ہونی چاہیے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہی بزرگ ہیں، انہوں نے یہ طریقہ نکالا تھا تاکہ عوام کو کچھ تو دین مل جائے یعنی فرشت ایڈل مل جائے، لیکن اگر فرشت ایڈل والے بڑے بڑے اسپیشلیٹ کو حقیر سمجھنے لگیں کہ یہ کیا کام کر رہے ہیں، کام تو

ہم کر رہے ہیں؟ اس لیے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بھئی! سب کچھ کرو مگر اکڑومت اور کسی عالم کو تو کیا کسی مسلمان کو بھی حقیر مت سمجھو، یہاں تک کہ کسی کافر کو بھی حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ **غَنِطُ النَّاسِ** میں کافر بھی شامل ہے، اس میں مومن کی قید نہیں ہے۔

ابنی نظر میں حقیر ہونا مطلوب ہے

حضرت قانونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں دنیا کے سارے مسلمانوں سے کمتر اور بدتر ہوں فی الحال اور ساری دنیا کے جانوروں اور کافروں سے بدتر ہوں فی المآل، کیوں کہ اگر انعام کے اعتبار سے نعوذ باللہ! میرا خاتمه کفر پر ہو گیا تو جانور اور سور، کتنے سب مجھ سے اچھے ہیں، ہاں اگر میرا خاتمه ایمان پر ہو جائے تو بے شک پھر میں بہتر ہوں اور ابھی خاتمے کا پتا نہیں، لہذا ابھی اپنے کو کیسے بہتر سمجھوں؟ اس لیے دو جملے حضرت نے فرمائے کہ میں ساری دنیا کے مسلمانوں سے بدتر ہوں فی الحال، کیوں کہ اگرچہ کوئی مسلمان خواہ شرابی اور زانی ہو، لیکن ممکن ہے کہ اس کا کوئی نیک عمل قبول ہو جائے یا صرف ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کی ساری براہیوں کو معاف کر دے اور ہماری تمام نیکیوں اور دینی کارناموں کے باوجود کوئی عمل ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو کر ہماری تمام نیکیوں کو مٹا دے، اس لیے میں تمام مسلمانوں سے اپنے کو کمتر سمجھتا ہوں فی الحال اور کافروں سے اور جانوروں سے کمتر سمجھتا ہوں فی المآل اور فرمایا کہ اگر کسی کا گناہ نظر آجائے تو اس کے عیب کو زکام سمجھو اور اپنے عیب کو سمجھو کہ کوڑھ ہے، کبھی کسی کوڑھی کو زکامی پر بہتے ہوئے نہیں پاؤ گے۔ حضرت کے اس مفہوظ کو میں نے نظم کر دیا کہ۔

نامناسب ہے اے دل ناداں

اک زکامی ہنسے جذامی پر

اپنے گناہ کو پھانسی کا کیس سمجھے اور دوسరے کے گناہ کو میو نسپٹی کا چالان سمجھے کہ سو دو سو روپے دے کر چھوٹ جائے گا۔ تو اللہ والوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ اپنے عیوب کے سامنے دوسروں کے عیب نظر نہیں آتے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اے ابوذر! تم اپنے عیوب کا اتنا مطالعہ کرو کہ

دوسروں کے عیوب سے تمہاری آنکھیں بند ہو جائیں۔ یہی تذکیرہ نفس ہے جو بعثتِ نبوت کے مقاصد میں ایک اہم مقصد ہے۔

قرآنِ پاک کی رو سے نبیوں والے کام

میں نے علمائے جامعہ اشرفیہ لاہور کے سامنے قرآنِ پاک کی روشنی میں بعثتِ نبوی کے تین مقاصد بیان کیے تھے، جو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں نازل فرمائے۔ اب نبیوں والے تین کام سنئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا فرمائے ہے ہیں:

**رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتَلَوَّ عَلَيْهِمْ أَيْتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَبَ
وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ**

اے اللہ! ایسا نبی بھیجی جو امت پر آپ کی آیات کی تلاوت کرے، یعنی صحابہ پر قرآنِ پاک کی آیتوں کی تلاوت کرے جس کی تفسیر ہے:

أَئِ يُفَهِّمُهُمُ الْفَاظَةُ وَيُبَيِّنُ لَهُمْ كَيْفِيَةً آدَابِهِ

یعنی نبی علیہ السلام قرآنِ پاک کے الفاظ اور ان کی کیفیت ادا سکھائیں۔ پس تلاوت کے لیے جتنے مدارس اور مکاتب ہیں، جہاں قرآنِ پاک پڑھایا جا رہا ہے، جہاں حافظ بنایا جا رہا ہے، یہ سب نبیوں کے اسی مقصدِ بعثتِ نبوت کو انجام دے رہے ہیں، لہذا مدرسون کی تحقیقی کرنا گویا مقصدِ نبوت **يَتَلَوَّ عَلَيْهِمْ أَيْتِكَ** کی توجیہ کرنا ہے اور اس میں اندیشہ کفر ہے، اس کے بارے میں عقیدہ صحیح کر لیں۔ تو اس آیت سے مدارس اور مکاتب کا وجود ثابت ہو گیا۔

قرآن کا ترجمہ محض لغت سے کرنا عظیم گمراہی ہے

آگے بعثتِ نبوی کا دوسرا مقصد بیان ہو رہا ہے **وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ** اور اے اللہ! آپ کے پیغمبر اپنی امت کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دیں، جس کی برکت سے دارالعلوم قائم ہو گئے اور کتاب اللہ کی ان کو کس طرح تعلیم دیں؟ **يُفَهِّمُهُمُ الْفَاظَةُ** جس



لفظ کے جو معنی اللہ تعالیٰ نے نبی کو سکھائے وہ معنی نبی صحابہ کو سکھائیں، تاکہ مخفف لغت سے ترجمہ کر کے غلطی میں نہ بتالا ہو جائیں، چنانچہ:

يَا إِيَّاهَا الَّذِينَ أَمْنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُوْلًا قَوْلًا سَدِيدًا

اس کے بعد ہے **يُصْبِحُ تَكُمْ أَعْمَانَكُمْ** تو اس کالغت سے اگر ترجمہ ہو گا تو یہ ہو گا، کہ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دیں گے، مگر صحابہ کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں سکھایا، بلکہ اس کا ترجمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ سکھایا **يَتَّقَبَّلَ حَسَنَاتِكُمْ** یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کو قبول فرمائیں گے۔ کہاں **أَصْلَمْ يُصْبِحُ بَابِ إِفْعَالٍ** اور کہاں **يَتَّقَبَّلَ بَابِ تَفْعَلٍ**، معنی کتنے بدلتے ہیں، اس لیے مخفف لغت سے ترجمہ کرنا حرام ہے اور اس میں بہت ہی سخت بد عقیدگی کا خطرہ ہے۔

لہذا جو ترجمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا ہے جس کو صحابہ نے نقل کیا اور صحابہ سے مفسرین نے نقل کیا ہی سب سے منتدب ہے۔ اسی آیت کے ترجمہ میں دیکھ لیں کہ اس کے معنی کتنے بدلتے ہیں۔ عربی گرامر سے **يُصْبِحُ تَكُمْ** کا کیا ترجمہ کرو گے؟ کہ اللہ ہمارے اعمال کی اصلاح کر دے گا، حالاں کہ صحابہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں **يَتَّقَبَّلَ حَسَنَاتِكُمْ** تمہاری نیکیوں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے۔

اسی طرح **وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدُنَ** کے کیا معنی ہیں؟ عام لغت میں **نَجْمٌ** کے معنی ستارہ کے آتے ہیں، تو اس کا ترجمہ لغت سے جو کرے گا وہ یہ کرے گا کہ ستارے اور درخت خدا کو سجدہ کرتے ہیں، حالاں کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **نَجْمٌ** کے جو معنی بتائے ہیں اور جس کو صحابہ نے نقل کیا کہ یہاں **نَجْمٌ** کے معنی ستارہ نہیں ہے، بلکہ **نَجْمٌ** اُس پودے کو کہتے ہیں جو زمین پر لیٹے ہوتے ہیں اور زمین پر پھلتے ہیں، جن کے ساق یعنی پنڈلی نہیں ہوتی، تناہیں ہوتا، بے تنے کے درخت کو مجنم کہتے ہیں:

۵۷۔ الاحزاب: ۹۰

۵۸۔ موقاۃ المفاتیح: ۳۰۱/۰ باب اعلان النکاح، المکتبۃ الامدادیۃ

۵۹۔ الرحمن: ۶



وَالنَّجْمُ نَبَاتُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ سَاقٌ، وَالشَّجَرُ نَبَاتُ الَّذِي لَهُ سَاقٌ

یعنی وہ پودے جن کا تنانہ ہو اور شجر سے مراد وہ پودے ہیں جن پر تناء ہو، ساق ہو، پنڈلی ہو۔ ساق معنی پنڈلی ہیں یعنی تندار درخت اور بے تنائپودے دونوں اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔

نباتات کے سجدہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

اور یہاں سجدہ سے کیا مراد ہے؟ کوئی سائنس داں اعتراض کر سکتا ہے کہ ہمیں دکھاؤ کہ پودے اور درخت کہاں سجدہ کرتے ہیں؟ تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ نے سجدہ کرنے کے معنی یہ بیان کیے ہیں:

الرَّأْدُ سُبْجُودُهُمَا إِنْقِيَادُهُمَا لَهُ تَعَالَى

یعنی سجدوں سے مراد ان کا اللہ کے احکام کا انقیاد فرماس برداری ہے کہ سبب کا درخت سبب ہی پیدا کرے گا انگور نہیں پیدا کر سکتا، آم کے درخت سے کیلانہیں پیدا ہو سکتا۔ جن درختوں کو اللہ نے جن مقاصد و ثمرات کے لیے پیدا کیا ہے وہ اسی کے لیے مسخر ہیں، تو یہاں سجدہ سے مراد ان کا مسخر ہونا ہے، سجدہ سے مراد اطاعتِ کاملہ ہے۔ یہ تفسیر مفسرین نے لکھی ہے۔ اب جن کو ان کتابوں کا مطالعہ نصیب نہیں اور وہ اردو کی چند کتابوں کا مطالعہ کر کے مفسر بن جاتے ہیں، وہ ان اعلیٰ علوم کو کیا جائیں؟ جیسے ایک نالائق شخص کہتا تھا کہ لغت کی مدد سے ہر پروفسر مفسر ہو سکتا ہے۔ بتائیے! کس تدریگ مرادی کی بات ہے۔ یہ شخص لوگوں کو عظیم گمراہی میں مبتلا کر گیا۔

تو مفسرین نے **يُعْلِمُهُمُ الْكِتَابَ** کا ترجمہ کیا ہے:

أَيُّ يُفْهِمُهُمُ الْفَاظُ الْكِتَابِ وَيُبَيِّنُ لَهُمْ كَيْفِيَةً آدَابِهِ

یعنی پیغمبر علیہ السلام قرآنِ پاک کے الفاظ بھی سمجھاتے ہیں اور کیفیتِ ادا بھی سمجھاتے ہیں۔ اس سے بعثتِ نبوت کے مقاصد میں تجوید کے مدارس بھی شامل ہو گئے اور وہ مکتب بھی شامل ہو گئے جہاں قرآنِ پاک کی قراءات و الفاظ کی صحت کی ادا بیگنی سکھائی جاتی ہے اور دارالعلوم



بھی شامل ہو گئے جہاں کتاب اللہ کا مفہوم اور حکمت سکھائی جاتی ہے۔ کتاب اللہ کی تعلیم کے ساتھ حکمت ضروری ہے۔

حکمت کی تعریف

اس لیے اس کے بعد فرمایا: **وَالْحِكْمَةُ** کہ آپ کا وہ پیغمبر حکمت بھی بیان کرے۔

اور حکمت کی پانچ تفسیریں ہیں:

نمبر ۱: الْعَرْادِ بِالْحِكْمَةِ حَقَائِقُ الْكِتَابِ وَدَقَائِقُهُ

کتاب اللہ کے حقائق اور باریکیاں بیان کرے۔

نمبر ۲: الْفِقْدَةُ فِي الدِّينِ

دین کی سمجھ پیدا کرے۔

نمبر ۳: الْسُّنَّةُ الْمُبَيِّنَةُ لِلْكِتَابِ أَمْ طَرِيقُ السُّنَّةِ

طريق السنۃ یعنی سنت کا راستہ بتائے، یہ سب حکمت پر مبنی ہے جیسے وضو کے بعد کی دعا:

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ النَّصَطَرِيِّينَ

سکھائی گئی، جس میں حکمت یہ ہے کہ بندہ گویا بزبان حال کہہ رہا ہے کہ یا اللہ! میں نے ہاتھ پیرو تو دھولیے، غسل اعضا نے ظاہرہ تو ہو گیا، لیکن دل کی طہارت کے بغیر صحیح طہارت حاصل نہیں ہو گی اور دل تک میرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا، لہذا میرے دل کو آپ دھو دیجیے اور غیر اللہ کی نجاست سے پاک فرمادیجیے۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **وَاجْعَلْنِي مِنَ التَّوَابِينَ** میں سکھادیا کہ اے اللہ! ہمیں توبہ کرنے والے نادمین میں شامل فرمادیں دل کا دھونا ہے، کیوں کہ **الْتَّوَبَةُ هِيَ النَّدَامَةُ** توبہ حقیقت میں ندامت کا نام ہے۔ اگر ایک شخص گناہ کر کے نادم ہو گیا، اُسی وقت اس کا ہارت فیل ہو گیا اور توبہ کا لفظ نہیں کہا، تو قیامت کے دن وہ تائین میں سے اٹھایا جائے گا اگرچہ لفظ توبہ اُس کے منہ سے نہیں

۲۹۔ روضہ المعانی: /۱۳۸/ البقرۃ (دار الحیاء للتراث، بيروت)

۳۰۔ سنن الترمذی: /۱/ باب ما یقال بعد الوضوء ایم سعید



نکلا، مگر اس کے وجود میں حقیقتِ توبہ کا تحقیق ہو گیا جس کا نام ندامت ہے۔ علامہ آلو سی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الظہارُ الْکاملَةُ طهارَةُ الْأَسْرَارِ مِنْ دَنَسِ الْأَغْيَارِ

طہارت کاملہ سے مراد یہ ہے کہ قلب غیر اللہ سے پاک ہو جائے۔

لہذا طریقُ السنّۃ سنت کا راستہ، سنت کی دعائیں، یہ سب حکمت پر مبنی ہیں جیسے بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا:

خُفْرَانَكَ أَكْحَدُ لِلَّهِ الَّذِي أَدْهَبَ عَنِ الْأَدْنِي وَعَافَانِي

میں **خُفْرَانَكَ** کیوں ہے؟ پیغمبرؐ بھی استنجا کرتا ہے، ولی اللہؐ بھی استنجا کرتا ہے، لیکن بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد نبیؐ بھی **خُفْرَانَكَ** پڑھتا ہے اور ولیؐ بھی پڑھتا ہے، تو معافی کس چیز کی مانگتا ہے؟ جبکہ بیت الخلاء جانا کوئی گناہ کا کام نہیں ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ معافی اس چیز کی ہے کہ اتنی دیر تک ہماری زبان ذکر اللہ سے محروم تھی، اگرچہ ہم معدور تھے، مگر عشق کی شان یہ ہے کہ جہاں معدور ہو وہاں بھی معافی مانگ لے۔

ممنونِ سزا ہوں میری ناکرده خطائیں

نماز کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین بار **أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ** پڑھتے تھے، تو کیا نماز کوئی گناہ ہے؟ پھر استغفار کیوں فرمایا؟ اس کی شرح مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ نماز میں جو کوتاہیاں ہو گئیں یہ استغفار ان کی معافی ہے کہ اے اللہ! مجھ سے آپ کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوا۔ اسی لیے مولانا یاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! ہم سے آپ کی شان کے مطابق نماز ادا نہیں ہو سکی، لیکن آپ اس کی قبولیت اپنے شایانِ شان فرمادیجیے۔

حکمت کی چوتھی تفسیر ہے:

مَا تُكَبِّلُ بِهِ النُّفُوسُ مِنَ الْمَعَارِفِ وَالْحَكَامِ

۱۔ تفسیر دروح المعانی: ۶/۶ (التوبۃ)۔ (دار الحیاء للتراث، بيروت)

۲۔ سنن ابن ماجہ: ۲/۲۶ بیا ب ما یقول اذا خرج من الخلاء السکتبۃ الرحمانیۃ



یعنی وہ پغیل بر احکام و معارف بیان کرے جس سے نفوں انسانیت کی تکمیل ہو، جس سے انسان کامل ہو جائے۔ اور حکمت کی پانچوں تفسیر ہے:

وَضْعُ الْأَشْيَاءِ فِي مَوَاضِعِهَا

ہر چیز کو اس کے محل میں رکھنا۔ جو اعضا جس کام کے لیے بنائے گئے ہیں ان اعضا کو اسی کام میں استعمال کرو۔

تو نبوت کے مقاصد میں سے ایک مقصد مکاتب کا قیام ہے، جہاں قرآن پاک کی قرأت مع الصحّت سلکھائی جائے۔ اور دوسرا مقصد دارالعلوم اور مدارس دینیہ کا قیام ہے، جہاں کتاب اللہ کی تفسیر پڑھائی جائے اور وہ معانی بیان کیے جائیں جو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو سلکھائے اگر ایسا نہ ہوتا تو ضلالت و گمراہی کے مچھر، کھٹل سب اس میں گھس جاتے۔ آج ان ہی علماء کی برکت سے قرآن پاک کے الفاظ و معانی کی حفاظت ہو رہی ہے۔ بعض نبوت کے مقاصد میں تعلیم کتاب کے ساتھ حکمت کی تعلیم دینا بھی ہے، یعنی ایسے علوم و معارف بیان کرنا جن سے انسانیت کی تکمیل ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہو۔

تو قرآن پاک کے مکاتب بھی نبیوں والا کام کر رہے ہیں جہاں قرأت و تجوید سلکھائی جاتی ہے۔ دارالعلوم بھی نبیوں والا کام کر رہے ہیں جہاں قرآن پاک کی تفسیر بیان کی جاتی ہے، جہاں اللہ والے علماء تفسیر و معانی میں غوطہ لگا کر بحر معرفت کے بڑے بڑے علوم و معارف بیان کرتے ہیں اور یہ حکمت اہل اللہ کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ اللہ کرتے ہیں۔ واردان ہی کو ہوتا ہے جن کا ورد ہوتا ہے۔ **مَنْ لَّاْ وِرْدَةَ لَهُ لَاْ وَارِدَةَ** جس کے اوراد و ظایائف کچھ نہیں ہوتے اُس کا وارد والہام بھی نہیں ہوتا، اس کے دل میں آسمان سے علوم نہیں آسکتے۔ وہ کتابوں سے توبیان کر سکتا ہے، لیکن اس کا علم ایسا ہی ہو گا کہ جتنا پاک اتنا کھاؤ، جتنی کتاب دیکھی اتنا ہی بیان کر دیا۔ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علمائے ظاہر کا علم ایسا ہے جیسے میں کنک بلا کر ٹنکی بھر لی، جب پانی ختم ہو گیا تو پھر میں کنک ڈالو یا اور اللہ والوں کا علم ایسا ہوتا ہے جیسے زمین سے پانی کا سوتا نکل آئے اور ہر وقت پانی جاری رہے، تو اللہ والوں کے علم کا پانی ہر وقت جاری رہتا ہے، کبھی ختم نہیں ہوتا، ان کی



ساری کتابیں چھین لو اور ان سے کئی سال تک بیان نہ کراؤ، لیکن جب بھی بیان کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا ہر بیان ایک نیا بیان ہو گا، کیوں کہ وہ آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ میرا ایک شعر ہے جو خود مجھے بہت پسند ہے۔

میرے پینے کو دوستوں نے لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

اللہ تعالیٰ ان پر آسمان سے علوم و معارف کے خزانے بر ساتا ہے۔

آفتاںِ عاشقانِ تابندہ باد

بوستانِ عاشقانِ پاسندہ باد

یہ مولانا روی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا ہے کہ اے خدا! تیرے عاشقوں کے دل کا باغ ہمیشہ ہر ابھرا رہے اور تیرے عاشقوں کا آفتاں ہمیشہ چمکتا رہے۔

تو نبیوں کی بعثت کے دو مقاصد بتا دیے، اب آگے آرہا ہے **وَيُزَكِّيهِ** یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نفس کا تزکیہ کرتے ہیں، یہی تزکیہ نفس ہے اور تزکیہ نفس کا شعبہ بھی مقاصدِ بعثتِ نبوت میں سے ہے۔ یہ بھی نبیوں والا کام ہے۔

تزکیہ نفس کے مدرسے کہاں ہیں؟

نفس کے تزکیہ کے مدرسے کہاں ہیں؟ وہ اللہ والوں کی خانقاہیں ہیں۔ بعثتِ نبوت کے یہ مقاصد اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائے، قیامت تک جس کی تعمیل کے لیے قرآن پاک کے مدرسے، دارالعلوم اور اہل اللہ کی خانقاہیں قائم ہیں۔ جامعہ اشرفیہ لاہور میں جب میں نے یہ مقاصد بیان کیے، تو وہاں اُس وقت ایک ایسی جماعت جو تصوف کی قائل نہیں اس کے بڑے لیڈر بھی موجود تھے، وہ پھر کگئے اور انہوں نے نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور سے کہا کہ صاحب! ان مولانا نے تو آج مجھ کو چاروں شانے چت کر دیا، تصوف کا قائل کر دیا، کیوں کہ تزکیہ نفس کو قرآن سے ثابت کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ آج یہ بات سمجھ میں آگئی کہ ہمارے ہاں شعبۂ تزکیہ نفس نہیں ہے اور یہ شخص صحیح کہتا ہے، واقعی ہمارے اندر یہ



کمزوریاں ہیں کہ ہم اپنی اصلاح کے لیے کسی اللہ والے کے پاس نہیں جاتے، بلکہ ان کی حقارت کے ڈھنڈو رے پیٹنے ہیں اور اللہ والوں کو حیرت سمجھتے ہیں۔ جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، الحمد للہ!

حضرت مولانا شاہ ابرار الحنفی صاحب امی ملکی لاہور تشریف لے گئے تھے، تو مفتی محمد حسن امر تسری کے صاحبزادے حضرت کے سامنے کہنے لگے کہ حضرت! ہمارے جامعہ اثر فیہ کے اجتماع میں اختتہ کا بیان کرایا گیا اور ان کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے ایسا اثر ڈالا کہ ایک ایسی جماعت جو تصوف کو نہیں مانتی اس کے بڑے جواس میں شریک ہوئے تھے، وہ بھی تصوف کے قائل ہو گئے اور انہوں نے اعتراف کیا کہ واقعی ترقیتیہ نفس کا شعبہ ہمارے یہاں بالکل نہیں ہے اور کہنے لگے کہ حضرت ان کے بیان نے توجادو کر دیا۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

میرے شیخ کے کان میں کوئی اچھی بات ڈال دیتا ہے، تو میں اس لیے خوش ہوتا ہوں کہ ایک اللہ والہ مجھ سے خوش ہو جائے، اس کو بھی اللہ کی نعمت سمجھتا ہوں، اس لیے میں ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ اپنے بزرگوں کے سامنے اپنے دوستوں کی ہمیشہ بھلانی پیش کروں۔ اگر کہیں کمزوری دیکھ لیتا ہوں تو خود دعا کرتا ہوں مگر شیخ سے نہیں کہتا، کیوں کہ شکایت کر کے اللہ والوں کے دل کو کسی سے دور کرنا یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم اس سے چشم پوشی کر لیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر لیں۔ یہ ہمیشہ سے میر اصول ہے اور یہ میں نے سیکھا حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک خادم خاص جنہوں نے حکیم الامت کے ساتھ جب بھی کیا تھا، حکیم الامت سے اللہ والوں کی شکایت کیا کرتے تھے۔ وہ آخر میں پاگل ہو گئے پھر نماز بھی نہیں پڑھتے تھے۔ کعبہ کا طواف، روضۃ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری، منی، مزدلفہ، عرفات کا قیام اتنے بڑے مجدد کے ساتھ کیا۔ میں نے حضرت سے سوال کیا کہ اس نے حکیم الامت کی اتنی بڑی صحبت اٹھائی اور یہ شخص پاگل ہو گیا، مسجد میں نماز بھی نہیں پڑھتا، یہ اتنا بڑا اقبال کیوں ہے؟ تو حضرت نے فرمایا: دو وجہ ہیں: ایک یہ کہ انہوں نے ماں باپ کو بہت ستایا۔ دوسرے یہ کہ خانقاہ میں اللہ والوں کی کوئی کمزوری دیکھتا تو حضرت حکیم الامت سے شکایت



کرتا اور اللہ والوں کا دل ڈکھایا کرتا تھا۔ تب سے میں نے یہ سبق حاصل کیا کہ میں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابراہم الحجت صاحب سے کسی کے بارے میں اچھی بات کہتا ہوں، شکایت نہیں کرتا اور یہ عین سنت ہے اور یہ مزاج نبوت ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے اندر سلیم الصدر رہوں، میر اسینہ صاف رہے، تاکہ سب کے ساتھ محبت سے ملوں، لہذا میں بھی نہیں پسند کرتا کہ میرے کان میں کوئی شخص کسی کی شکایت کرے۔ کوئی بھلی بات کہہ کر میری محبت بڑھاؤ، میرے بھائیوں سے میری محبت کو بڑھاؤ، اپنے احباب کی تعریف سے میرا دل خوش ہو جاتا ہے۔ کمزوری کس میں نہیں ہے؟ جو شکایت کرتا ہے وہ خود کمزوریوں کا شکار ہے۔ بس دوسروں کا عیب اگر نظر آجائے، تو آنکھیں بند کر لو اور اللہ سے دعا کرو۔

تزکیۃ نفس کی مثال

ہمارے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس شیشی میں عطر رکھتے ہو، پہلے اس کو صاف کر کے پھر اس میں عطر ڈالتے ہو، اگر اس شیشی میں پیشاب ہو تو گندی شیشی میں عطر نہیں رکھتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تزکیۃ نفس کو ضروری قرار دیا ہے کہ میرے پیغمبر کے علوم اُن ہی کو مفید ہو سکتے ہیں جن کے لفوس کا ترکیب ہو گیا ہو۔ اگر بُخت دنیا، مال کی حرص، حسینوں کا عشق، دنیا کی رکنییاں اور خباشتیں دل کی شیشی میں ہوں گی، تو علوم و معرفت کا عطر اس میں جا کر بے معنی ہو جائے گا۔ جتنا زیادہ دل صاف اور پاکیزہ ہو گا اتنا ہی زیادہ اس کو علوم نبوت سے کیف ملے گا۔ بھی عطر کے لیے شیشی دھوتے ہو یا نہیں؟ تو کیا علم دین عطر نہیں ہے؟ پھر دل کی گندی شیشی میں اللہ تعالیٰ پاکیزہ علوم کا عطر کیسے ڈالیں گے؟ مولانا رومی نے فرمایا۔

آل زجاجے کو ندارد نورِ جاں

بولِ قارورہ است قدمیش مخواں

جو شیشی دل نورِ جاں یعنی اللہ کا نور نہیں رکھتا وہ قارورہ کی شیشی ہے، اس کو قدریل ملت کہو، اس میں دنیا کی خباثت بھری ہوئی ہے۔



ترکیہ نفس کی تعریف

اب ترکیہ نفس کی تعریف بھی سن لیجیے، ترکیہ نفس کی تین تعریف ہیں۔ پہلی

تعریف ہے:

يُطَهِّرُ قُلُوبُهُمْ عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ وَعَنِ الْإِشْتِغَالِ بِغَيْرِ اللَّهِ

ہمارے پیغمبر صحابہ کے دلوں کو بڑے عقیدوں سے پاک کرتے ہیں اور قلب کو غیر اللہ میں مشغول ہونے سے بچاتے ہیں، الہذا خانقاہ میں رہ کر جو غیر اللہ سے اپنے دل کو پاک نہیں کرتا وہ حقیقت ترکیہ نفس سے محروم رہتا ہے اگرچہ جامع ملفوظات ہو، اگرچہ مقرر ہو، اگرچہ خوب مقبول میں الخلاق ہو جائے، لیکن وہ ترکیہ کی حقیقت سے بے خبر ہے، کیوں کہ ترکیہ کی تعریف یہ ہو رہی ہے **يُطَهِّرُ قُلُوبُهُمْ عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ** دل باطل عقیدوں سے پاک ہو اور غیر اللہ میں مشغول نہ ہو، اللہ کی محبت میں قلب کو ایسا مست کر دے کہ غیر اللہ کی طرف دل جائے ہی نہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ دن کے بعد جب اللہ کی نسبت عطا ہو گی تو رُسُوخ نسبت کے بعد ساری دنیا آپ کی نگاہوں سے گرد جائے گی، چاہے لیلائے کائنات ہو، چاہے آفتاب کائنات ہو، چاہے ماہتاب کائنات ہو۔ دیکھیے خواجہ صاحب نے کتنا پیارا شعر فرمایا

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لوشع محفل کی

پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جس دل میں اللہ ہوتا ہے، جس دل میں مولاۓ کائنات ہوتا ہے، لیلائے کائنات سے اس کو مناسبت نہیں ہو سکتی، چاہے اس کا جسم لتنا ہی رنگیں ہو، لیکن اس کے پیش اب پاخانے کی گندگی اس کو مستحضر ہو گی کہ یہ گوموت کا مجموعہ ہے اور اس کا قبرستان میں جانا اس کو مستحضر ہو گا۔ ساری کائنات چاہے ازبکستان ہی کیوں نہ ہو، وہ بھی اس کو قبرستان نظر آئے گا۔ ازبکستان کا قانیہ قبرستان سے ملا رہا ہوں۔ آج کل بہت سے لوگ ازبکستان جانے کے لیے سوچ رہے ہیں کہ چل کر وہاں کی پریوں کو دیکھا جائے، حالاں کہ وہ سب قبرستان جانے والی ہیں یا نہیں؟ الہذا اللہ کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:



مَنْ نَعِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيهَ حَيَاةً طَيِّبَةً ۝

کہ بالطف حیات تو میری فرماں برداری میں ہے، جبکہ تم بالطف حیات اخْرَاضَ عَنِ
الذِّكْرِ میں تلاش کرتے ہو۔ میری یاد سے غفلت اور نافرمانی میں تلاش کرتے ہو، حالاں کہ
خالق زندگی کا اعلان ہے:

وَمَنْ أَخْرَضَ عَنْ ذَكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا ۝

میں اپنے نافرمانوں کو تلخ زندگی دیتا ہوں۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ تنہائی میں
بیٹھ کر اپنے ایمان کو ٹھوٹھوڑے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری نافرمانی میں تم کہاں لطف زندگی
تلاش کرتے ہو؟ نافرمانی سے تمہاری زندگی تلخ کر دی جائے گی۔ مولانا اسعد اللہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے جو مظاہر العلوم سہارن پور میں محدث تھے۔

عشق بتاب میں اتعدد کرتے ہو فکرِ راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خواب گاہیں

یہ شعر کیا ہے پورا وعظہ ہے۔ دیکھو قرآن پاک کی روشنی میں تزکیہ نفس کا ایک شعبہ قائم ہو گیا
جس کا نام ہے طہارت قلوب عقائدِ باطلہ سے اور غیر اللہ میں مشغول ہونے سے۔ تزکیہ نفس
کی دوسری تعریف ہے:

وَيُطَهِّرُ نُفُوسَهُمْ عَنِ الْأَخْلَاقِ الرَّذِيلَةِ

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے نفوس کو پاک کرتے ہیں بُرے بُرے اخلاق سے مثلاً
بد نظری، عشق بازی، کینہ، بخل، تکبر اور ریا جیسے تمام اخلاقِ رذیلہ سے آپ صحابہ کے قلوب کو
پاک کرتے ہیں۔

اور تزکیہ نفس کی تیسری تعریف ہے:

وَيُطَهِّرُ أَبْدَانَهُمْ عَنِ الْأَنْجَاسِ وَالْأَعْمَالِ الْقَبِيحَةِ ۝

۳۳۔ النحل: ۹

۳۴۔ طہ: ۱۲

۳۵۔ التفسیر المظہری: ۱۶۶/۲ بلوچستان بک دبو



یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے جسم کو نجاستوں سے اور بُرے اعمال سے پاک رکھنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

شیخ کامل کے بغیر اصلاح نہیں ہوتی

تو نبیوں والے کام آپ لوگوں نے سن لیے۔ چنانچہ جو یہ کہے کہ بس نبیوں والا کام یہی ہے اور سارے علماء مدارس میں بیٹھے وقت ضائع کر رہے ہیں، تو سمجھ لو کہ اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ کیا مدارس میں علماء، خانقاہوں میں مشائخ اور اللہ والے یہ سب بالکل کنڈم ہیں؟ تمہارے نزدیک ناقابلِ ریغہ نہ ہیں؟ جب کسی فاسق فاجر کو حقیر سمجھنا حرام ہے اور جنت سے محروم کر دیتا ہے، تو علماء کی حقارت اور ان پر تبصرے اور اہل اللہ اور اہل حق کی خانقاہوں پر تبصرے کرنا کیا موجب غضبِ الٰہی نہ ہو گا؟

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ لاکھوں چلے لگاؤ، لیکن اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کسی شیخ کامل سے تعلق نہیں ہو گا، جب تک کسی شیخ کامل کے ساتھ نہیں رہو گے۔ لیکن شیخ کامل کے ساتھ رہنا تاب ممکن ہے جب طلب ہو، یہ تو آخری استیحی ہے، لہذا تبلیغ کا کام فرست استیحی ہے تاکہ لوگوں میں دین کی طلب پیدا ہو جائے۔ امت بالکل بگڑی ہوئی تھی، مگر اسی کا سیلا ب تھا اور سیلا ب ہی سے کیا جا سکتا ہے، لہذا حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دین کا ذوق اور طلب پیدا کرنے کے لیے آسان چھ نمبر بنادیے اور فرمایا کہ اپنے گھروں سے نکلو، تاکہ دنیا کے گناہ آلو دما حوال سے نکل کر اصلاح ہو جائے، لہذا اپنے اس کا نام اصلاحی جماعت تھا، پوچھ لو تبلیغ کے پرانے دوستوں سے، بعد میں لوگوں نے تبلیغی جماعت رکھ دیا۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغی جماعت نام نہیں رکھا تھا، بلکہ اصلاحی جماعت نام رکھا تھا یعنی اپنے نفس کی اصلاح کے لیے نکلنے والے اور جو پرانے لوگ ہیں وہ اب بھی یہی ادب سکھاتے ہیں کہ جب نکلو تو تبلیغ کی نیت مت کرو، یہ نیت کرو کہ ہماری اصلاح ہو جائے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس بستی میں کوئی اللہ والا ہو یا علمائے دین ہوں ان کو دعوت بھی مت دو، ان سے دعائیں لو۔ اور فرماتے تھے کہ جب میں تبلیغ سے واپس آتا ہوں تو خانقاہوں میں جاتا



ہوں، تاکہ دل کی ٹیونگ ہو جائے۔ موڑ چلنے کے بعد گیر ان میں ڈالتے ہیں تاکہ پُرزوں میں جو گرد و غبار لگ گیا ہے اُس کی ڈھلانی ہو جائے۔ فرماتے تھے کہ مخلوق میں اختلاط سے جو غبار سا آ جاتا ہے خانقاہوں میں اس کی ڈھلانی ہوتی ہے۔

جعی پیروں کی جہالت

تو مکاتب کا قیام نبیوں والا کام ہے، دارالعلوم کا قیام نبیوں والا کام ہے، حکیمانہ علوم اور اللہ والوں کے مفروظات سننا سنانا نبیوں والا کام ہے، تزکیہ نفس کے لیے خانقاہوں کا قیام بھی نبیوں والا کام ہے۔ اور خانقاہ سے مراد سچے اللہ والوں کی خانقاہ ہے جہاں سنت و شریعت پر چلتا سکھایا جاتا ہے، وہ خانقاہ نہیں خواہ مخواہ ہے جہاں گنجیڑی، بھنگیڑی لوگ سمندر کے کنارے بیٹھے سٹہ کا نمبر بتا رہے ہیں اور جھوٹے دعوے کر رہے ہیں کہ صاحب! یہ اوپر مقامات کے لوگ ہیں، ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں، درحقیقت شیاطین ان کو خبریں دیتے ہیں کہ فلاں گھوڑا جیتے گا۔ سٹہ کا نمبر بتانے والا یعنی جوئے کا حرام کام بتانے والا ولی اللہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ کون سی بزرگی ہے؟ یہ بزرگ نہیں شیطان ہے، لیکن لوگ وہاں دوڑے جارہے ہیں اور ان کے ایجنت لوگوں کو یہ بھی سکھا کر بھیجتے ہیں کہ اگر وہ تم کو مال بہن کی گالی دے دے، تو تمہارا کام ہو جائے گا۔ جب تک ماں بہن کی گالی نہ دے ہٹامت، جب بابا غصے میں آجائے اور منہ سے اول فول نکال دے تب سمجھو کہ اب اس کا قول معتبر ہے۔

جو بھی منہ سے نکلے اُن کے اول فول

تب سمجھو لو معتبر ہے اُن کا قول

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَا حَوْلَ ہے ان کے اول فول پر۔ اور ان کے قول پر، اصلی خانقاہیں وہی ہیں جہاں سچے اللہ والے ہوں اور جنہیں کسی اللہ والے کی سند بھی حاصل ہو۔

جس کا کوئی پیر نہ ہو اسے پیر نہ بنائیں

ایک صاحب ہیں جو بہت زیادہ درس قرآن دیتے ہیں۔ جدہ سے دو آدمی آئے اور کہنے لگے کہ ہم اُن سے تربیت لینا چاہتے ہیں، آپ کا کیا مشورہ ہے؟ میں نے کہا کہ جن سے



ترتیب لینا چاہتے ہو، جنہیں مربی بنانا چاہتے ہو انہوں نے بھی کسی سے ترتیب لی ہے؟ اگر انہوں نے کسی سے ترتیب حاصل کی ہے تو ان کا نام بتاؤ؟ کہنے لگے کہ ان کے مربی کا تو ہمیں پتا نہیں کہ کوئی ہے بھی یا نہیں؟ غالباً ان کا کوئی مربی نہیں، وہ خود ہی ترتیب کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ جو خود مرتبہ نہ بنایا ہو وہ کیسے مربی ہو سکتا ہے؟ پہلے شاگرد بننا ضروری ہے یا استاد؟ جس کا شاگرد ہو ناشاہست نہیں اس کو استاد کیوں بناتے ہو؟ پھر میں نے انہیں ایک عربی جملہ بنایا کہ **لَا تَأْخُذُهُ بَابًا مَنْ لَا بَابَ لَهُ** جس کا کوئی بابا نہ ہو خدا کے لیے اُس کو بابا نہ بناؤ، اس کا نسب نامہ صحیح نہیں ہے۔ اور الحمد للہ ہمارے بابا موجود ہیں یعنی شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ابرار الحسن صاحب دامت برکاتہم، حضرت حکیم الامم تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ہمارا سلسلہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جاتا ہے۔

لہذا اگر بزرگوں سے تعلق نہ ہو تو گناہوں کا ارتکاب کرو گے اور گناہ پر ندامت بھی نہ ہوگی۔ حکیم الامم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کو اپنے گناہ پر ندامت نہ ہو، امر دوں سے خوب بات چیت کرتا ہے، ان سے آنکھیں سینکلتا ہے اور ان کو دین سکھانے کے بہانے ان سے باتیں کرتا ہے اور نفس اندر اندر حرام لذت درآمد کرتا ہے، تو یہ شخص قہر الہی میں مبتلا ہے۔ حکیم الامم تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کو شریعت کے خلاف کسی منکر اور بُرائی میں مبتلا دیکھوا اور اسے ندامت کا احساس تک نہ ہو، تو سمجھو لو کہ یہ قہر الہی میں مبتلا ہے اور دلیل کتنی پیاری دی کہ ابیس کو آج تک ندامت نہیں ہے، یہ ندامت نہ ہونا دلیل ہے کہ وہ مردود ہے اور قہر الہی میں مبتلا ہے، لیکن گناہوں پر ندامت کا احساس بھی بزرگان دین کی صحبت سے پیدا ہوتا ہے۔

لہذا دین سیکھنے کے لیے علماء کے پاس آپ خود جائیں۔ اگر آپ کسی اسپیشلٹ ڈاکٹر کو کہیں کہ تم خود میرے گھر پر آؤ، میرے ساتھ ساتھ بستر لے کر لو گوں کے علاج معالج کے لیے در بدر پھر وہ، جہاں ہم چلیں تم بھی چلو۔ تو وہ کہے گا کہ میں نے لندن یا امریکا سے اس لیے ڈاکٹری حاصل نہیں کی ہے، میں ایک جگہ رہتا ہوں جس کو سودفعہ غرض ہو میرے پاس آئے۔ علماء کے پاس سودفعہ غرض ہو تو تم خود جاؤ، اُن سے دعا لو، اُن کی مجلس میں بیٹھو، اُن کی صحبت میں رہ کر تکبیر کے مچھروں اور کھلملوں پر ڈی ڈی لی چھڑ کو۔



حضرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توکل

اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ بس تبلیغ میں نکل پڑو، گھر بار، ملازمت، کار و بار کچھ مت دیکھو، کیوں کہ سب کچھ خدا سے ہوتا ہے۔ آپ بتائیں! اگر کسی کی عورت بیمار ہے اور اسے استنبات کرنے کی ضرورت پڑ جائے، تو دنیا میں کوئی رشتہ ہے جو عورت کی شرم گاہ کو چھو سکے سوائے شوہر کے۔ اگر ایسا توکل جائز ہوتا کہ سب کام خدا سے ہوتا ہے، کوئی سبب اختیار نہ کرو، تو سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عین غزوہ بدر میں کیوں حکم دیا کہ تمہاری بیوی بیمار ہے، جاؤ! مدینہ جا کر ان کی تیمار داری کرو۔ جس جنگ میں ملائکہ شامل تھے، جس جنگ پر اسلام کی بقا کا انحصار تھا، جو اتنی مبارک جنگ تھی کہ سارے اصحاب بدر جنتی ہیں، ان کے نام کے واسطے سے دعائیں مانگی جاتی ہیں اور جس جنگ میں خود سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شامل تھے۔ اس نبی کا توکیہ توکل نہیں تھا کہ سب کچھ خدا سے ہوتا ہے، لہذا بیمار بیوی کو چھوڑ کر یہیں رہو، جبکہ نبی سر بسجود ہو کر دعا کر سکتے تھے کہ اے اللہ! میری بیٹی کو صحبت دے دے، لیکن آپ نے حدود شریعت قائم کیں، کیوں کہ توکل کی تعریف ہے:

تَرْكِيبُ الْأَسْبَابِ دُونَ الْإِعْتِمَادِ وَالْإِعْتِمَادُ عَلَى اللَّهِ

یعنی اس باب کو اختیار کرنا مگر ان پر اعتماد نہ کرنا اور اعتماد اللہ پر کرنا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملاً اس کی تعلیم فرمادی، حالاں کہ غزوہ بدر میں صرف تین سو تیرہ صحابہ تھے، اُس وقت مجاهدین کی کتنی کمی تھی، اس کے باوجود آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ واپس بھیج دیا کہ تم جا کر اپنی بیوی کی خدمت کرو، تمہیں اس مبارک جنگ کا پورا ثواب ملے گا اور تمہارا اصحاب بدر ہی میں شمار ہو گا۔ نبی نے حقوقِ انسانیت سکھائے ہیں اور آج بیمار ماں باپ چارپائی پر پڑے ہیں، بیوی کے بچے ہونے والا ہے، اس وقت شوہر کا وہاں موجود رہنا شرعاً ضروری ہے اور اس وقت اس کو چھوڑ کر نکلا حرام ہے، لیکن یہ حدود شریعت کو توڑ کر بھاگے جا رہے ہیں تبلیغ میں۔ کہتے ہیں کہ چلو نکلو نکلو، سب اللہ سے ہو جائے گا۔

ابنی اور اہل و عیال کے دین کی فکر مقدم ہے

جن پر کوئی حقوق واجب نہیں ہیں، وہ اگر ساری زندگی تبلیغ کریں تو ماشاء اللہ ان



کو کوئی حرج نہیں، لیکن جن کے بال بچوں کی تربیت ضروری ہو کہ بعض وقت زیادہ نکلنے سے بچوں کی دلیکھ بحال نہ ہو سکی اور بچے اتنے بر باد ہو گئے کہ پھر کبھی اصلاح نہیں ہو سکی۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُوَا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا

اپنی جان کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل و عیال کو۔ اگر کسی شخص کو یہ ظن غالب ہے کہ میرے جانے سے میرے بچے ہمیں گے، سینما دیکھنے لگیں گے، باپ کا ڈرنہ ہونے سے ماں کے قابو میں نہ رہیں گے اور بر باد ہو جائیں گے، تو اس شخص کے لیے میں فتویٰ دیتا ہوں کہ اس کے لیے نکنا جائز نہیں ہے۔ جاپانیوں کو مسلمان بنانے سے زیادہ ہمیں اپنی اولاد کو جنت میں داخل کرنا ضروری ہے، کیوں کہ قرآن کریم کے اسلوب کو دیکھیے **قُوَا أَنفُسَكُمْ** اپنی جانوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ابو اہب اور ابو جہل سے نہیں فرمایا، پہلے بیٹی فاطمہ سے فرمایا:

أَنْقِذِيْ نَفْسَكِيْ مِنَ النَّارِ

کہ اے فاطمہ! عمل کر، عمل کر، اپنی جان کو دوزخ سے بچا۔ اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وہ چودہ سال، سولہ سال کے جوان بچوں کو چھوڑ کر تبلیغ کے جوش میں چھ مہینے کے لیے چلے گئے تو بچوں کو موقع مل گیا۔ اب وہ خوب سینما، وہی سی آر دلیکھ رہے ہیں، لڑکیوں کے ساتھ گھوم رہے ہیں، نشہ کے عادی بن گئے، کن کن گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ واقعات چشم دیدہ تاریخ ہوں۔

علامہ شبیلی کے سمجھتے ہیں اور نعمانی صاحب نے بتایا کہ ایک صاحب باہر چلے گئے۔ ان کی جوان بیٹی جزل استھور میں آئی خوب لال لپ اسٹک لگا کر اور جزل استھور والے سے مذاق کر رہی تھی۔ اس جزل استھور والے نے کہا کہ نعمانی صاحب! آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے؟

ان کے والد تبلیغ میں ملکوں میں گئے ہوئے ہیں۔ اگر وہ ہوتے تو ان کی موجودگی میں یہ کام کرتی؟ اگر کسی کو ظن غالب ہو کہ میرے جانے سے میرے بچے آوارہ ہو جائیں گے، تو اس کا جانا جائز نہیں ہو گا۔ اپنے بچوں کو بھی لے کر جائے اور اپنی بیٹیوں کو بھی ان کے محروم مثلاً دادا، نانا، ماموں، چچا یا اتنا لی یا کسی اللہ والی بزرگ عورت کے سپرد کر کے جائے۔ ہمارا کام حدود اور حقوق کو بیان کرنا ہے، جو نہ مانے خود ذمہ دار ہے۔ علماء اور محدثین موجود ہیں جو اپنے علم کی روشنی میں تصدیق فرمائیں گے کہ جو کچھ اخترنے بیان کیا ہے صحیح ہے یا نہیں۔

دین کے کام میں حدود شریعت کا لحاظ ضروری ہے

ہماری مسجدِ اشرف میں الحمد للہ خوب تبلیغی کام ہوتا ہے، ہر ہفتہ گشت بھی ہوتا ہے۔ ابھی ہمارے یہاں تبلیغی جماعت آئی تھی، فخر کے بعد ان کی خاطر سے میں نے بیان کیا تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ اگر ماں باپ نے دس دن کی اجازت دی ہے، تو کیا اس کو اختیار ہے کہ بغیر ماں باپ کی اجازت کے چالیس دن کے لیے چلا جائے؟ میں نے کہا: چالیس دن لگانا مستحب ہے اور ماں باپ کا دل ڈکھانا حرام ہے، لہذا جتنی اجازت دی ہے اس سے زیادہ نہ رکو، دس دن کے بعد واپس چلے جاؤ، تبلیغ سے واپس جانے کے بعد ماں باپ کی خوب خدمت کرو، اتنے پیر دباؤ، اتنی تیل کی مالش کرو کہ ماں باپ کو یقین ہو جائے کہ اس جماعت میں ماں باپ کا اتنا ادب سکھایا گیا ہے، پہلے تو اتنا تالاق تھا۔ ان کو خوش کرو کہ ان کا ذہن بن جائے کہ چلو بھی! تم چالیس دن کے لیے چلے جاؤ۔ توسب نے میر اتنا شکریہ ادا کیا۔ جب ان کو چھ نمبر کے علاوہ بد نگاہی کے نقصانات، جھوٹ بولنے کے نقصانات، ماں باپ کا دل ڈکھانے کی وعیدیں اور دوسری باتیں حدیثوں سے سنائی گئیں، تو وہ کہنے لگے کہ ہمارا دل باغ باغ ہو گیا، لہذا بعد میں پھر ملنے آئے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ صاحب! ان میں اتنا غلو ہے جس سے ماں باپ اور بیٹوں میں جھگڑے ہو جاتے ہیں، ماں باپ دس دن کے لیے کہتے ہیں اور یہ چلے جاتے ہیں چلے میں، لہذا اس غلو اور زیادتی کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں گھروں کے اندر لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ بیوی کو حمل ہے اور وضع حمل بالکل قریب ہے، کل بچہ پیدا ہونا ہے اور شام کو ملکِ شام چلے گئے۔ بھی ایک دن رک جاؤ، ایک مہینہ ہے تو ایک مہینہ ٹھہر



جاو۔ بعضے حالات ایسے پیش آجاتے ہیں کہ اس وقت سوائے شوہر کے کوئی بیوی کے قریب نہیں جاسکتا۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ وہ بیوی دوسری عورتوں سے کہے گی کہ تم اپنے شوہروں کو تبلیغ میں ضرور بھیجو، ہم بیمار تھے، ہمارے بچے کی پیدائش ہونے والی تھی، ہمارے شوہر کو تبلیغ والوں نے روک دیا کہ بھی تم ہسپتال میں اپنی بیوی کی خدمت کرو۔ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے، تھوڑا کام ہو، حدود کے ساتھ ہو اور اللہ راضی ہو، وہ بہتر ہے اس کام سے جس میں حدود پاش پاٹ ہو جائیں اور قرآن کریم کی آیت **وَالْحَفِظُونَ يَحْدُوْدُ اللَّهُ**^۸ پر عمل نہ ہو۔ اور اس میں برکت بھی زیادہ ہوتی ہے، وہ عورت دوسروں سے کہتی ہے کہ اپنے شوہروں کو تبلیغ میں بھیجو، لیکن اگر وہ بیوی کو اس تکلیف میں چھوڑ کر چلا گیا، تو کہے گی کہ اپنے شوہروں کو تبلیغ میں مت جانے دینا ہم مر رہے تھے وہ بھاگ گیا۔

ایک مفتی اور عالم جنہیں دو مشائخ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت بھی حاصل ہے، انہوں نے اپنے داماد سے کہا کہ آج کل میں میری بیٹی کے ہاں بچہ ہونے والا ہے، ولادت ہونے دو پھر بے شک تبلیغ میں چلے جاؤ، لیکن داماد صاحب اُسی دن چلے گئے۔ مفتی صاحب نے یہ واقعہ خود بیان کیا ہے، میں سنی سنائی روایت کو اہمیت نہیں دیتا۔ مفتی صاحب نے مجھ سے کہا کہ بتائیے! یہ تبلیغ ہے؟ اب اس کی بیوی ہزاروں عورتوں کو بد ظن کرے گی کہ یہ ظالم کیسا تبلیغ ہا؟ اس نے ذرا بھی میرا حق ادا نہیں کیا۔

دیکھو! میرے دوست قاضی صاحب یہاں بیٹھے ہیں، تبلیغ میں انہوں نے عمر لگائی ہے، لیکن مولانا ابرا الحنف دامت برکاتہم سے انہوں نے پوچھا کہ میری بیوی کو فالج ہو گیا ہے، سری لنکا میں تبلیغی اجتماع ہے، تو میرے وہاں جانے سے اللہ راضی ہو گا یا بیوی کی خدمت کرنے سے؟ حضرت نے فرمایا کہ بیوی کی خدمت میں رہنے سے اللہ زیادہ راضی ہو گا۔ اس پر فالج گرا ہوا ہے، شوہر کے سوا کوئی دوسرا اس کی خدمت نہیں کر سکتا، ہر جگہ ہاتھ نہیں لگ سکتا، لہذا سری لنکا سے جو کچھ ملے گا وہ سب تم کو میں مل جائے گا، بلکہ زیادہ ملے گا۔ حدود کی



رعایت کے ساتھ دین کا کام کرو، حدود کو توڑ کرنہ کرو۔ جیسے حج کے موقع پر نویں تاریخ کو اللہ تعالیٰ عرفات میں ملتے ہیں، اُس وقت کعبہ سے لپٹنے سے اللہ نہیں ملے گا، نویں تاریخ کو سب حاجی میداں عرفات گئے اور یہ غلافِ کعبہ کپڑے رورہا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ کے گھر کو نہیں چھوڑوں گا، یہ بے وقوف ہے، اس کا حج نہیں ہو گا۔ اس لیے دوستو! علماء کے ساتھ رہو اور قرآن و حدیث کی روشنی میں رہو۔

اب بتائیے کہ اگر کوئی غیر عالم ہوتا اور تبلیغ کا جوش ہوتا، تو وہ یہ کہتا کہ اے میاں! بیوی کو چھوڑو، سب اللہ سے ہوتا ہے، اللہ سب ٹھیک کر دے گا، جاؤ تم نکلو، نکلو، نکلو۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ تبلیغ میں وقت لگانے سے پہلے علماء سے مسئلہ پوچھو کہ ہمارے ذمے کوئی حقوق تو نہیں، پھر جو وہ بتائیں اُس پر عمل کرو، اور علماء بھی وہ علماء جن کے مزاج میں اعتدال ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ قاضی فیصلہ نہ کرے جب اُس پر حالِ غضب غالب ہو جائے، تو جن پر تبلیغ کا حال غالب ہو گیا وہ علماء بھی اس قابل نہیں کہ ان سے مسئلہ پوچھا جائے کیوں کہ وہ مغلوب الحال ہو گئے، لہذا بعض ایسے نادان کہتے ہیں کہ علماء کے لیے نو چلہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ان کو اتنا کر گڑو کہ ان کی علمی شان باقی نہ رہے، وہ مغلوب الحال ہو جائیں، یعنی غالب علی الاحوال نہ رہیں۔ اس میں دوسرا نتھ یہ بھی ہے کہ نفس میں جو بڑائی ہے وہ ختم ہو جائے۔ جو بڑے ہیں وہ تو یہی فائدہ بیان کرتے ہیں، لیکن بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے ایک بات میرے قلب پر منکشف ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کون فقیہ ہو سکتا ہے؟ جن کے اسلام پر آسمانوں میں خوشی منائی گئی۔ انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں حکم جاری کیا تھا کہ ہر چار مہینے بعد سپاہی میداں جہاد سے گھر واپس آکر بیوی کا حق ادا کرے اور یہ قانون کس بات پر بنایا تھا؟ ایک مرتبہ گشت میں سناؤ کہ ایک عورت ایسے اشعار پڑھ رہی ہے کہ اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا، تو میں نامناسب کام سے اپنی خواہش پوری کر لیتی۔ تو آپ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ سے پوچھا کہ بیٹی! عورت اپنے شوہر سے کتنے عرصہ کی جدائی برداشت کر سکتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ چار مہینے۔ تو آپ نے قانون بنادیا کہ ہر چار مہینے بعد سپاہی جہاد سے واپس آئے اور بیویوں کا حق ادا کرے۔

اور اگر کوئی شیخ فانی ہو جائے یعنی بڑھا ہو جائے۔ اب کسی کی کیا مثال دوں؟ بعضے



صور تائشیت فانی ہوتے ہیں اندر سے شیخ باقی ہوتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ مسئلہ بیان کیا کہ جوان آدمی روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ نہیں لے سکتا، بڑھا لے سکتا ہے، کیوں کہ بڑھا پے کی وجہ سے بڑھے کے لیے یہ امکان نہیں کہ وہ مغلوب الشہوت ہو کر جماع کر لے۔ توحیدیت کو پڑھاتے ہوئے امام صاحب نے فرمایا کہ بعض جوان بڑھے ہیں، جو قوت میں کمزور ہیں، مرض بخار میں مبتلا ہیں، بالکل دم نہیں ہے ان کے لیے بوسہ لینا جائز ہو گا اور بعضے بڑھے کشته کھا کر، مرغی کا سوپ پی کر جوان ہیں، تو ان کے لیے بوسہ لینا جائز نہ ہو گا مدار اس کا قوت ہے، اسی لیے تو امام صاحب کی فقہ پر بڑے بڑے علماء عش عش کرتے تھے۔

سچ کہتا ہوں کہ دس لاکھ مسلمان جو عالم نہیں ہیں وہ دینی کام سے کہیں جا رہے ہوں اور ایک عالم متقدی، اللہ والا مجھے انتخاب کر لے کہ اختر! تم میرے ساتھ چلو، تو میں ان شاء اللہ عوام کو چھوڑ کر عالم کے ساتھ رہوں گا، کیوں کہ یہ نائب رسول ہے۔ حدود شریعت میں رہ کر کام کرنے سے اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ خوش ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقیق اکبر کو بلایا کہ میرے ساتھ ہجرت کرو، کسی کو نہیں بلایا، تو صدقیق اکبر خوش قسمت تھے یا نہیں؟ اب اگر بھی کسی کو بلائے کہ میں چل رہا ہوں تم میرے ساتھ چلو اور ہم کہیں کہ نہیں نہیں ہم تو چلے پر جارہے ہیں۔ جب شیخ بستی میں آ رہا ہوا س وقت اس کو چھوڑ کر تبلیغ کے لیے نکل جانا، میں تو کہتا ہوں کہ قیامت کے دن اس سے مواخذہ ہو گا؟ کیوں کہ شیخ نائب رسول ہے۔ مزکی ہے اور تذکیہ کرنا فرض ہے۔

اسی طرح تبلیغ کے اکابر امر دار کوں کو تبلیغ میں لے جانے سے منع فرماتے ہیں، مگر پھر بھی اکثر لوگ بے اصولی کرتے ہیں اور بے ریش لڑکوں کو مسجد میں اپنے ساتھ سُلاتے ہیں۔ یہاں ایک شخص آتا ہے، اس نے خود مجھے بتایا کہ میں مسجد میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس تین قسم کے لوگ آئے، ایک نوجوان نے میرے پیر دبائے، اس کے بعد او ھیٹر عمر والے نے پیر دبائے اور اس کے بعد بڑھے بڑھے لوگوں نے پیر دبائے تو میں نے کہا کہ آپ لوگ میرے پیر کیوں دبارہ ہے ہیں؟ سب نے کہا کہ ہم آپ کا اکرام کر رہے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ جو بڑھے خود اپنی پنڈلی دبارہ ہے ہیں ان کے پیر کیوں نہیں دباتے ہو؟ دیکھو وہ بڑھا جو ادھر اپنا پیر خود دبارہ ہے وہاں

جاوہ، اس کا پیر دباؤ، خوبصورت لڑکے ہی تم کو دبانے کے لیے ملے ہیں، سارا اکرم ان ہی کے لیے ہے؟ لہذا پس بزرگوں اور علماء کے مشورے کے خلاف نہیں کرنا چاہیے۔

قاضی صاحب کو دیکھو! ان کو علماء سے کتنی محبت ہے، ان کو مجھ سے بھی محبت ہے۔

جب میرا سفر ہوتا ہے تو سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ رہوں گا۔ پہلے دین سیکھتے ہیں، اس کے بعد جب جماعت میں جاتے ہیں اور قرآن و حدیث کے علوم اور صحابہ کے حالات پیش کرتے ہیں، تو سارے تبلیغی احباب ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ عوام کے دل میں علماء کی عظمت پیدا کرنا بھی عظیم کام ہے، ورنہ اگر عوام کا علماء سے رابطہ ختم ہو جائے تو پھر کیا ہو گا؟ پھر قانون معلوم نہیں کریں گے۔ فضائل پر تو عمل ہو رہا ہے اور نماز کی سنتیں یاد نہیں۔ کئی کئی چلہ لگانے والوں کے ذرا سجدہ ہی کو دیکھ لیجیے کہ انگلیاں ملی ہوئی ہیں یا نہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنت کا تذکرہ نہیں ہوتا۔

اسی لیے عربوں کو حدیثوں کی معتقد کتابوں میں جو سنتیں ہیں وہ سنائی جائیں۔ جتنے عرب ہیں وہ بخاری کو مانتے ہیں، مسلم کو مانتے ہیں، صحاح کی جتنی احادیث ہیں سب کو مانتے ہیں لہذا جو سنتیں حدیثوں میں ہیں ان کو الگ جمع کرو، تاکہ عربوں کو اگر یہ اشکال ہو کہ کہیں یہ حدیث ضعیف تو نہیں ہے، تو انہیں بتا دو کہ یہ حدیث صحاح کی اس کتاب میں ہے۔ آپ نے اس طرح سجدہ کیا، حالاں کہ سنت کے مطابق یہ طریقہ ہے۔ جیسے بخاری شریف کی ایک سنت یہ ہے کہ پہلے داہنے پیر میں جوتا پہنو، تو اس حدیث کو بیان کرنے میں کیا مضائقہ ہے؟ کون سا عرب ایسا ہے جو اس کو نہیں مانتا؟ جنبلی، شافعی، ماکی سب اس کو مانتے ہیں۔ میں ان شاء اللہ ایک کتاب لکھنے والا ہوں جس میں صرف صحاح کی چھ کتابوں کی حدیثوں کی سنتیں جمع کروں گا، تاکہ ساری دنیا میں قابل قبول ہو۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ یہ کام اپنی رحمت سے مجھ سے لے لے۔

میں نے اور قاضی صاحب نے ایک مرکز کے امام سے گزارش کی کہ ہر نماز کے بعد صرف ایک سنت بیان کر دیا کرو۔ کہنے لگے کہ نہیں یہ سب ہمارے یہاں نہیں ہو گا، ہم صرف چھ نمبر بیان کریں گے۔ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی یہی قدر ہے؟ کیا چھ نمبر کے ساتھ سنتوں کا سیکھنا منع ہے؟ غرض انہوں نے قاضی صاحب کے مشورے کی کوئی قدر نہ کی۔



تبیغی جماعت نافع ہے، کافی نہیں

مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے تبلیغی جماعت کے ایک اجتماع میں بیان فرمایا۔ جہاں ساڑھے تین چار لاکھ کا مجمع تھا۔ چوں کہ مولانا انعام الحسن صاحب حضرت کے ساتھ پڑھے ہوئے ہیں، اس لیے حضرت کو فوراً موقع دیا گیا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ تبلیغی جماعت نافع تو ہے، کافی نہیں ہے اور کافی کب ہوگی؟ جب علمائے دین اور اہل اللہ سے قویٰ تعلق قائم ہو گا۔ چوں کہ چھ نمبر میں پورا دین نہیں آسکتا، اس لیے علماء کی ضرورت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

تبیغی جماعت کی مثال فرست ایڈ کی سی ہے کہ کسی کے چوتھے لگ جائے، تو اس کی فوراً مرہم پڑی کر کے اس کو علاج کے لیے بڑے ڈاکٹروں کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ اسی غرض سے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جماعت قائم کی تھی کہ جو بے چارے دین سے دور ہیں انہیں دین سے مانوس کر کے ان کا رشتہ علماء و مشائخ سے جوڑ جائے تاکہ وہ پورا دین حاصل کر لیں۔ علماء و مشائخ سے تزکیہ نفس یعنی اپنے نفس کی اصلاح بھی فرض ہے، کیوں کہ اعمال کی قبولیت کا مدار تزکیہ نفس پر ہے، اس لیے تبلیغی جماعت کا نفع ہونا تو تسلیم ہے، مگر کافی ہونا تسلیم نہیں کہ صاحب بس اب تو یہی کام ہے، یہی کام ہے۔ مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ یہ کہو کہ یہی کام ہے، بلکہ یوں کہو کہ یہ بھی کام ہے۔ یہ نہ کہو کہ بس چلے میں جاتے رہو اور علماء و مشائخ کی ضرورت نہیں۔ دین کے کام کرنے والوں کے مختلف طریقے اور اقسام ہیں، بعضوں کا نفع عام ہوتا ہے اور بعضوں کا نفع تام ہوتا ہے اور بعضوں کا نفع عام بھی ہے اور تام بھی ہے۔ اخلاص کے بغیر نہ مدرسہ قبول ہے نہ تبلیغ قبول ہے۔ مولانا ابرار الحق صاحب فرماتے ہیں کہ اخلاص ملتا ہے بزرگانِ دین کے پاس، لہذا مدرس و اعلیٰ علماء کے لیے بھی ضروری ہے کہ مشائخ اور بزرگانِ دین کی خدمت میں اصلاحِ نفس کے لیے جائیں۔

تزکیہ نفس علماء پر بھی فرض ہے

علماء خوش نہ ہوں کہ بس ہم تو بہت بڑے ہو گئے، علماء کے لیے بھی اپنے نفس کو ممتاز فرض ہے۔ مدرس کے علماء کے لیے بھی ضروری ہے اور تبلیغ والوں کے لیے بھی ضروری ہے



کہ اخلاص حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ کی صحبت میں تزکیہ نفس کرائیں۔ تزکیہ نفس کا شعبہ مقاصدِ نبوت میں سے ہے۔ تزکیہ نفس پر اعمال کی قبولیت کا مدار ہے۔

ایک تو ہے تبلیغ اور ایک ہے مدرسہ، تو تبلیغ اور مدرسہ سے اعمال کا وجود ملتا ہے، لیکن اعمال کا قبول ملتا ہے خانقاہوں سے، جہاں اخلاص پیدا ہوتا ہے، جہاں کبر اور غجب کا آپریشن کرتے ہیں۔ آپ کے شہر میں ایک دل کا ہسپتال ہوا اور ہارت اسپیشلٹ سب کے سب باہر چلے جائیں، تو دل کے مریض کہاں جائیں گے؟ اور ایک بات اور بھی ہے کہ دل کا آپریشن فٹ پاٹھوں پر نہیں ہوتا، میدانوں میں نہیں ہوتا، سر پر بستر لے کر نکلنے سے نہیں ہوتا، جہاں دل کا آپریشن ہوتا ہے وہاں لکھا ہوتا ہے کہ یہاں ہارن نہ بجاو، اس لیے دل کا آپریشن تو ہسپتال کے کمروں میں ہو گا۔ اسی طرح دل کی اصلاح کا آپریشن تو خانقاہوں کے جھروں ہی میں ہو گا، یہ مساجد کے منبروں پر بھی نہیں ہو سکتا، کیوں کہ وہاں غیر طالب بھی ہوتے ہیں جن کو مناسبت نہیں ہے، اس لیے ان کے عناد کی خوست سے تربیت و اصلاح کا مضمون بھی مزکی و مصلح کے دل میں نہیں آتا۔

گرہزار اس طالب اندویک ملول

از رسالت باز می ماند رسول

اگر ہزاروں طالب و مخلص بیٹھے ہوں اور ایک آدمی ہو جو بعض و نفرت سے بیٹھا ہوا ہے مجبورأکسی وجہ سے، کسی دنیاوی فائدہ سے یا کسی اور مجبوری سے بیٹھا ہوا ہے، تو اگر رسول بھی ہے تو اس کافیضان رُک جائے گا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تبلیغ میں اتنا بڑا چلہ ہوتا ہے اور اتنا مجاہد ہوتا ہے اور یہ علماء مدرسوں میں پنکھوں کے نیچے بیٹھے ہوئے بخاری پڑھانے میں لگے ہیں، لیکن عوام کی ساری زندگی کا چلہ علماء کے دس برس کے چلے سے کم ہی رہتا ہے۔ دس برس کا مسلسل چلہ کھینچو، دس سال میں عالم ہوتے ہیں، تب پتا چلے گا کہ یہ چلہ کتنے مجاہدے کا ہے اور اگر حافظ قرآن ہے تو تین سال اور لگائیں، اس طرح تیرہ سال تک بے چارے پڑھتے رہتے ہیں، مگر صرف ایک کی ہے، اب وہ بھی بتائے دیتا ہوں۔ اپنی برادری کی بھی بات بتاؤں گا اگرچہ وہ بھی ہماری برادری ہے یہ بھی ہماری برادری ہے یعنی اہل تبلیغ، اہل مدارس، اہل خانقاہ سب ہماری ہی برادری ہے۔

حق بات پیش کرنے سے شرماوں گا نہیں اور نہ ڈروں گا، چاہے مولوی بھی ناراض ہو جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ عالم کے معنی ہیں جو اللہ کو جانتا ہو اور با عمل ہو، اس کے دل میں اللہ کی خشیت ہو اور اس کے نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو یعنی اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہو گیا، ہو ورنہ علم کا عطر تو تیرہ سال میں حاصل کیا مگر دل کی شیشی صاف نہیں کی۔ اگر آپ کو دس ہزار روپے تو لے والا خاص عود کا عطر لینا ہے، تو آپ کس شیشی میں لیتے ہیں؟ جس شیشی میں کتنے بلی کا گو لگا ہوا ہو اس میں آپ عطر لیں گے؟ اسی طرح تیرہ سال میں جو قرآن و حدیث کا عطر حاصل کرتے ہیں، ان پر اپنے قلب کی شیشی کا تزکیہ بھی فرض ہے، اگر تزکیہ نہیں ہوتا تو پھر یہ علم روپیوں سے، جاہ سے، عزت سے، مال سے، ذرا ذرا اسی بات سے بک جاتا ہے۔ جب تزکیہ نہیں ہوتا تو دل میں دردِ محبت بھی نہیں ہوتا، بیان میں مزہ اور تاثیر نہیں ہوتی، لہذا علماء کی عظمت کے باوجود بعض میں جو کمی ہے وہ بھی عرض کر دیتا ہوں کہ اگر یہ اپنے قلب کی شیشی کی دھلانی کر لیں، اور تزکیہ کر الیں تو پھر ان کے عطر کی خوشبواؤڑے گی، کیوں کہ ماشاء اللہ ان کے پاس قرآن و حدیث کا عطر تو ہے ہی، بس قلب کی شیشی صاف کروانے کی ضرورت ہے۔

جب علماء اہل اللہ و مشائخ سے تعلق قائم کرتے ہیں اور اپنا ہاتھ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں تزکیہ کے لیے دیتے ہیں اور وہ مشائخ دیکھتے ہیں کہ اس عالم کے دل میں کچھ بڑائی آگئی ہے، تو اس سے مجاہدہ کرتے ہیں تاکہ ان کے نفس سے تکبر نکل جائے، علم کا احساس نکل جائے، علم کا نشہ اُتر جائے اور عوام کو یہ حقیر نہ سمجھیں۔ چنان چہ ہمارے تمام بزرگانِ دین اور بڑے بڑے علماء نے بزرگوں کی جو تیاں اٹھائیں اور نفس کا تزکیہ کرایا، اسی لیے ان کا ہمارے عالم میں ڈنکا پٹ گیا، ان کے علم کی خوشبو سارے عالم میں پھیل گئی۔

اکابر کا فنائے نفس

نفس و شیطان سے بچنا آسان نہیں ہے۔ شیخ کامل کے بغیر کسی کی اصلاح نہیں ہو سکتی ورنہ مولانا تھانوی، مولانا گنگوہی اور مولانا قاسم نانو تو ی جیسے علماء ایک غیر عالم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ سے کیوں اصلاح لیتے؟ خواہ کتنا ہی قابل ہو، لیکن **رَأْيُ الْعَلِيِّينَ عَلَيْهِمْ بیمار کی رائے بیمار ہوتی ہے۔ حکیمِ اجمل خاں بھی جب بیمار ہوتے تھے تو**

دوسرے حکیم سے علاج کرواتے تھے، لہذا یہ اکابر علماء علم و فضل کے باوجود اپنے نفس کی اصلاح کے لیے حاجی صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے زانوئے ادب تھہ کیا۔

چنانچہ حاجی صاحب نے تھانہ بھون میں ایک بار مولانا گنگوہی کے ہاتھ پر روتی رکھ دی اور روتی پر آلو کی بھیج کر دی اور فرمایا: کھائیے! مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب گوشہ چشم سے مجھے دیکھ بھی رہے تھے کہ کہیں اس کو تغیر تو نہیں ہے کہ شیخ نے میری کیا بے وقعتی کی۔ مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس وقت میری روح مست ہو رہی تھی کہ کہاں یہ میری قسمت کہ شیخ اس طرح میرے نفس کو مٹائے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ایک عام مفتی بھی تھے، واعظ بھی تھے اور محدث بھی تھے، اصلاح کے لیے اپنے شیخ کے پاس گئے۔ شیخ نے ان سے کہا کہ آپ کو تین کام چھوڑنے پڑیں گے: آپ نہ فتوی دیں گے، نہ حدیث پڑھائیں گے، نہ وعظ کہیں گے۔ سال بھر خانقاہ میں رہیے اور اللہ اللہ کیجیے اور سال کی بھی قید نہیں ہے، جب تک میں اجازت نہ دوں آپ دین کا، دعوت الی اللہ کا کوئی کام نہیں کریں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوہ کی شرح میں لکھا ہے کہ اُس زمانے کے بعض خشک اہل فتاویٰ نے اس شیخ کے کافر ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ ملا علی قاری محدث عظیم اور اپنی صدی کے مجدد تھے، وہ لکھتے ہیں کہ سال بھر کے بعد جب شیخ نے محسوس کیا کہ ان کا نفس مت گیا ہے، اب یہ جو وعظ کہیں گے اللہ کے لیے کہیں گے، جو تصنیف و تالیف کریں گے اللہ کے لیے کریں گے، اب ان میں اخلاص پیدا ہو گیا ہے تو انہیں حدیث پڑھانے کی بھی اجازت دے دی۔ فتاویٰ دینے کی بھی اجازت دے دی اور وعظ کہنے کی بھی اجازت دے دی تو وہ جو دس سال سے بیان کر رہے تھے اس میں کوئی اثر نہ تھا اور اجازت ملنے کے بعد جب انہوں نے پہلا بیان کیا، تو ایسے درد بھرے دل سے کیا کہ جتنے سامعین تھے سب اُسی وقت صاحب نسبت ہو گئے، ولی اللہ بن گئے۔ شیخ کی برکت سے ایک سال میں کیا سے کیا حالت ہو گئی۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا

پہلے جاں پھر جاں جاں پھر جاں جاں کر دیا



مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیاس سے اگر پانی کو تلاش کرتے ہیں، تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔ جب دودھ کا جوش ہوتا ہے تو مان اپنے بچوں کو خود تلاش کرتی ہے کہ وہ کہاں ہیں۔

تشکاں گر آب جویند از جہاں

آب ہم جوید به عالم تشکاں

اگر اخلاص نہ ہو گا تو نہ وعظ قبول ہو گا، نہ بخاری شریف پڑھانا قبول ہو گی اور نہ تبلیغ والوں کا چلہ قبول ہو گا، لہذا اریا سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولی حدیث یاد کر لو کہ جناب واعظِ صاحب بھی دوزخ میں جا رہے ہیں، شہید صاحب بھی دوزخ میں جا رہے ہیں اور قاری صاحب بھی دوزخ میں جا رہے ہیں، معلوم ہوا کہ اخلاص نہیں تھا۔

دین کے شعبے آپس میں رفیق ہیں، فرق نہیں

تبلیغ ہو، مدارس ہوں، مکاتب ہوں، خانقاہیں ہوں، سب دین کے شعبے ہیں، ہر ایک دوسرے کو پناہِ رفیق سمجھے فرقیں نہ سمجھے۔ تبلیغ والے ہوں، علمائے دین ہوں، خانقاہ والے ہوں، سب لوگ یہ کہیں کہ ہم آپس میں رفیق ہیں، ڈیپارٹمنٹ میں آدمی ہیں، جیسے ریل کے محکمہ میں کوئی ٹکٹ دے رہا ہے، کوئی سگنل دے رہا ہے، کوئی گارڈ ہے، کوئی اسٹیشن ماسٹر ہے، کوئی ٹکٹ چیکر ہے، وہ لوگ آپس میں کیا کہتے ہیں کہ ہم ڈیپارٹمنٹ آدمی ہیں، ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ دنیا میں تو یہ اتحاد ہو اور دین میں اختلاف و افتراق ہو؟ کیسی افسوس کی بات ہے! تبلیغی جماعت، مدارس، خانقاہیں سب دین کے محکمے ہیں، سب دین ہی کا کام کر رہے ہیں، اس لیے ہم سب آپس میں رفیق ہیں۔ بہت نادان ہے وہ شخص جو تفرقی پیدا کرنے کے لیے تلقید کرتا ہے کہ علماء کچھ نہیں کر رہے یا تبلیغ والے غلط کام کر رہے ہیں۔

امت کا درد رکھنے والے علماءِ اصلاح کرنے کے لیے مسئلہ بتاتے ہیں نفرت دلانے کے لیے نہیں، اس لیے ان کے کیڑے نہ نکالو، کوئی بات ہو تو اکرام کے ساتھ سمجھاؤ۔ آج جو باقی میں نے کہیں وہ اصلاح کے لیے کہی ہیں، تنقیص اور تلقید کے لیے نہیں۔ کراچی میں



میری مسجد سے جماعتیں جاتی ہیں، ہر دوئی میں مولانا ابرار الحق صاحب کی مسجد میں جماعتیں آتی ہیں، خود حضرت بارہائے ونڈ بھی گئے اور نظام الدین جاتے رہتے ہیں۔ مولانا انعام الحسن اور حضرت دونوں ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں۔ بہت ہی نادان اور فتنہ پر ورہے وہ شخص جو مجھے تبلیغ کا مخالف سمجھتا ہے، بلکہ ہم تو عوام کو اس میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں، البتہ کسی کو اگر اس طریقے سے مناسبت نہیں ہے تو شریک نہ ہو لیکن دوسروں کو منع نہ کرے۔

تبلیغی جماعت کا عظیم الشان فائدہ

جس جماعت سے اتنا بڑا علمی فائدہ ہو رہا ہو اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت چک رہی ہو، اس جماعت کی مخالفت کرنے والے سے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں، بلکہ ایسے شخص کا خاتمہ خطرے میں پڑ جانے کا خطرہ ہے، کیوں کہ اس جماعت کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت سی بشارتیں ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی ہوشیار ہو جائیں جو علماء کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اگر تو بہ نہ کی تو سوءے خاتمہ کا خوف ہے، کیوں کہ حدیثِ قدسی میں ایسوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ ہے۔ غرض جہاں بھی دین کا کام ہو رہا ہے اس کو اپنا کام سمجھو، دین کا کام کرنے والے ہمارے ہیں اور ہم ان کے ہیں۔

تبلیغ کے مسائل بتانا تبلیغ کا انکار نہیں ہے

میں تبلیغی جماعت کے تمام احباب کو کہتا ہوں کہ میں اس جماعت کو بہت مبارک سمجھتا ہوں، لیکن اگر نماز میں سجدہ سہو واجب ہو جائے اور میں سجدہ سہو کا مسئلہ بتاؤں کہ نماز میں دو سجدے واجب ہو گئے ہیں، وہ ادا کرو ورنہ نماز دُہرانی پڑے گی، تو کیا میں نماز کا منکر ہوں؟ اسی طرح میں تبلیغ کا بھی منکر نہیں ہوں، البتہ مسائل بیان کرتا ہوں کہ یہ غلطیاں ہو رہی ہیں، لوگ اس بارے میں اختیاط کریں۔

مسائل نماز بتانا اور ہے مگر نماز کی تحریف حرام ہے یا نہیں؟ مثلاً اگر کوئی غلط نماز



پڑھ دے اور سجدہ سہو واجب ہو جائے، تو کیا نماز ہی سے انکار کر دو گے؟ اسی طرح اگر کسی تبلیغی جماعت والے سے کوئی بے اصولی ہو جائے، تو پوری تبلیغی جماعت کو مرتکم کرنا اور تبلیغ کی مخالفت کرنا کہاں جائز ہے؟

تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے

میں سمجھتا ہوں کہ دینی اعتبار سے اجتماعی کام کرنے والی جماعتوں میں اس وقت سارے عالم میں تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے۔ تبلیغ کے اصول بتانا تو واجب ہے، لیکن جس بات سے تبلیغ کی خلافت، تبلیغی جماعت کی توہین یا ان کا مذاق اُلانا لازم آئے اس کو میں حرام سمجھتا ہوں۔ مسئلہ اور حدود کی بات بتانا اور چیز ہے، تنقید و تنقیص کرنا اور چیز ہے۔ مثلاً اگر ان سے کچھ کوتاہی ہو جائے تو مرکز کو یا علمائے دین کو اطلاع کر دو تاکہ اس کی اصلاح ہو جائے، لیکن اس طرح کارروایہ نہ اختیار کرو جس سے معلوم ہو کہ یہ غیر ہیں۔ یہ ہمارے ہیں۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ ہمارے ہی بزرگوں میں تھے، مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، تیس برس خانقاہ میں ان کی خدمت میں رہے، اللہ تعالیٰ نے ان سے اتنا بڑا کام لیا کہ آج تبلیغی جماعت سے سارے عالم میں دین پھیل رہا ہے۔

بعض پڑھے لکھے لوگوں کا دل چاہتا ہے کہ ہم جماعتی حیثیت سے کام کریں، ان کو میں تبلیغ میں بھیج دیتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو ہمارے لیے بہت بڑے فرضِ کفایہ کا ذریعہ بنادیا، کیوں کہ بعضوں کا مزاج اتنا تیز ہے کہ وہ خانقاہوں میں آنے کے لیے تیار نہیں، علماء کے پاس جانے کے لیے تیار نہیں، کالجوں میں، فیکٹریوں میں، دوکانوں پر سانپ کی طرح بیٹھے ہیں یعنی مال پر فدا ہیں، یہ جماعت ان کو لے کر نکل جاتی ہے۔ اس کی برکت سے بڑے بڑے افسران اور انگریزی دان نماز، روزہ ادا کرنے لگے اور سنت پر چلنے لگے۔ تو کسی کی ایسی تقریر کا یہ مطلب نہیں کہ ہم تبلیغی جماعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ میں تو حدود بیان کر رہا ہوں کہ جہاں ہم ان کی خدمت کے قائل ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں، وہاں ساتھ ساتھ یہ نصیحت ہے کہ وہ علماء کو حقیر نہ سمجھیں، مشانخ و بزرگوں کو حقیر نہ سمجھیں۔

امریکا، جاپان میں اسلام پہنچانے سے ہمیں خوشی ہے، لیکن اس کو اس حیثیت سے



بیان نہ کریں کہ بخاری پڑھانے والے علماء اور مشائخ جو تذکیرہ نفس کا کام کر رہے ہیں، وہ گویا مکتر ہیں اور کوئی آلو بیچتے بیچتے جاپاں چلا گیا اور اس کے ہاتھ پر کوئی جاپانی مسلمان ہو گیا، تو اس کا درجہ بخاری پڑھانے والوں سے زیادہ بڑھ گیا۔ یہ عنوان جائز نہیں ہے بلکہ حرام کا فتویٰ دیتا ہو، اس لیے کہ اہل اللہ سے لوگ دور ہو جائیں گے، علماء کی عظمت دلوں سے نکل جائے گی اور تعظیم علماء میں کمی کرنے پر بڑی سخت وعید ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ہمارے علماء کا اکرام نہیں کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

علماء، اہل اللہ اور مشائخ سے دور کرنا اخلاص کے بھی خلاف ہے، کیوں کہ اس کا مقصد عوام کو اپنا معتقد بنانا ہے جس کی تہہ میں خُٹ جا چکھی ہے، اس لیے تذکیرہ نفس اور اخلاص فرضِ عین ہے، بعثتِ نبوت کے مقاصد میں سے ہے۔

جب چھ نمبر میں اکرام مسلم ہے تو علماء مسلم نہیں ہیں؟ یہ تو بڑے مسلمانوں میں سے ہیں، بلکہ مسلم گرہیں اور مسلمانوں کو مسلمان بنانے والے ہیں، ایسی گفتگو تو انہی کے نمبر اکرام مسلم سے حرام ہے، اس لیے عرض کر دیا کہ یہ جو تبلیغ کا کام ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اپنے ہی لوگ ہیں۔ کچھ لوگ جو نئے رنگ روٹ ہیں یا جن کو علم نہیں ہے یا جنہوں نے بزرگوں کی صحبت نہیں اٹھائی ان سے اس قسم کی باتیں نکل جاتی ہیں۔ ہمارے وہ احباب جو اہل اللہ سے یا ان کے غلاموں سے تعلق رکھتے ہیں اور تبلیغ میں بھی جاتے ہیں، ان سے بھی آپ نے ایسی بات سنی؟ کیوں؟ اہل اللہ کی صحبت کی برکت کی وجہ سے۔ تو جن لوگوں نے اہل اللہ کی صحبت نہیں اٹھائی، نفس کی اصلاح نہیں کی اور دین انہیں مغلوب الحال لوگوں سے ملا، تو یہ بھی مغلوب الحال ہو جاتے ہیں، پھر ان کو وہی نظر آتا ہے کہ جو اس کام میں نہیں لگا وہ کچھ بھی نہیں۔

مبارک اور بے مثال جماعت

میں تو یہ کہتا ہوں کہ تبلیغی جماعت بہت ہی مبارک جماعت ہے، دنیا میں اس جماعت کی مثال نہیں ہے۔ یہ سارے عالم میں کس قدر محنتیں کر رہے ہیں، اللہ ان کی محنت کو قبول فرمائے، لیکن دل چاہتا ہے کہ جب یہ اتنی محنت کرتے ہیں اور اپنا بوریا بستر لے کر نکلتے ہیں تو ان



کی محنت رائیگاں نہ ہو۔ ان کی محتنوں پر آج اخترنے یہ محنت کی ہے، تاکہ ان کی محتنتیں رائیگاں نہ جائیں اور اخلاص کی برکت سے قبول ہو جائیں۔ تکبر، ریا اور دھکاوے سے ضائع نہ ہو جائیں، میرے اس سارے بیان کا یہی مقصد ہے۔ میرے احباب میں جو لوگ اس کام میں لگے ہوئے ہیں میں خود انہیں تبلیغ میں جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ جو لوگ تبلیغ میں لگے ہیں ان میں بہت سے میرے خلیفہ بھی ہیں، میں نے بخشنہیں کیا کہ تبلیغ والے کو کیوں خلافت دوں؟ وہ جب چلہ لگانے جاتے ہیں تو پوچھ کر جاتے ہیں پھر آکر مجھ سے ملتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے جہاں جہاں آپ کی باتیں نقل کیں، تو اگرچہ بعض نادانوں نے اعتراض بھی کیا کہ چھ نمبر سے آگے کیوں جا رہے ہو، لیکن جو لوگ سمجھدار تھے انہوں نے کہا کہ آہ! آج تم نے کیسی پیاری باتیں سنائیں جس سے ہماری آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے ہمارا شکریہ ادا کیا۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ یہ ہمارے بزرگوں کی، تمام اولیاء اللہ کی فکر سالی باتیں ہیں، کھرا سونا ہے جہاں چاہو پیش کرو۔

علماء کا اکرام نجات کا سرمایہ ہے

یہ باتیں اس لیے عرض کر دیں تاکہ ہمارے دلوں میں اپنے مشائق، بزرگان دین، علمائے کرام کی عظمت جو ہماری نجات کا سرمایہ ہے وہ قائم رہے۔ سن لو! میں اپنے بزرگوں کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں اور یہ میرا ہی قول نہیں، بلکہ تبلیغی جماعت کے ایک بہت بڑے شخص مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب داعا جو رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے جن کی قبر ٹھڈو آدم میں ہے۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے مفتی رشید احمد صاحب کو بلا یا اور مفتی صاحب نے یہ مجھ سے خود بیان فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے مرتب وقت یہ فرمایا کہ اے مفتی رشید احمد! تم گواہ رہنا کہ عبدالعزیز دہلوی مر رہا ہے مولانا گنگوہی، مولانا قاسم نانو توی، مولانا اشرف علی تھانوی کے مسلک پر۔ شاہ صاحب تبلیغی جماعت کے آدمی تھے، ساری زندگی انہوں نے تبلیغ میں لگائی، لیکن مسلک کے اعتبار سے اپنے بزرگوں کی محبت اور تعلق کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے، اس لیے میں نے یہ باتیں یاد کر دیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ بعضے انڑی اور کم سمجھ لوگوں کی باتوں میں آکر کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمارے جن علماء کے ہاتھوں پر کوئی جاپانی مسلمان نہیں ہوا وہ کنڈم ہیں۔



تبیغی جماعت سب سے اچھی جماعت ہے اور اس سے امت کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے، اسکوں، کالج، یونیورسٹی کے لڑکے نیک بن رہے ہیں، لیکن جہاں گاڑی اٹکے وہاں علماء سے رجوع کرو، مثلاً نماز کی ترغیب تدوین دی لیکن اگر کوئی نماز میں غلطی کرے تو علماء کی ذمہ داری ہے کہ اس کا مسئلہ بتائیں۔ غلطی کی اصلاح کے لیے مسئلہ تو بتانا پڑے گا۔ اب کوئی یہ سمجھے کہ صاحب یہ تو نماز کے مخالف ہیں تو وہ بے وقوف ہے۔ اسی طرح اگر کوئی تبلیغ میں غلطی کرے گا تو علماء کے ذمے ہے کہ اس کا مسئلہ بھی بتائیں، کیوں کہ تبلیغ بھی دین کا شعبہ ہے، لہذا ان علماء کو تبلیغ کا مخالف سمجھنا بے وقوفی ہے۔

کثرتِ خُلُک کی شرح

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو سات نصیحتیں فرمائیں۔ تین نصیحتیں میں نے سنا دیں، باقی چار بھی بتائے دیتا ہوں۔ چوتھی نصیحت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

إِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الظِّبْحِ

کثرتِ خُلُک سے بچو، کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ اس سے مراد وہ ہنسی ہے جو غفلتِ قلب کے ساتھ ہو، اگر دل اللہ سے غافل نہیں تو ہنسنے میں مضافات نہیں، لیکن اس میں بھی اتنا غلو نہ کرو کہ ہر وقت ہنسنے ہی رہو اور نہ اتنی کمی کرو کہ ہنسنا ہی بھول جاؤ، لہذا اللہ والے دوستوں کے ساتھ تھوڑا بھی چاہیے کیوں کہ یہ مقوی قلب اور مقوی اعصاب ہے، بالکل خاموشی سے اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں، لہذا خاموشی میں بھی غلو نہ کرو، نہ ہر وقت ہنسنے رہو نہ بالکل خاموش رہو، بلکہ ہر چیز اعتدال میں ہو۔ ایک مرتبہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرماتھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے، اتنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی بات پر ہنسی آگئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا دی:



اَصْحَّ حَكْمَ اللَّهِ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو ہستا ہی رکھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹوں کو بھی حق ہے کہ اپنے بزرگوں کو دعا دیں، جیسا کہ ایک صحابی حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لائے تو کہیں بیٹھنے کی جگہ نہ ملی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اپنی چادر عنایت فرمائی کہ اس پر بیٹھ جاؤ، تو انہوں نے وہ چادر لے کر اس کو بوسہ دے کر واپس کر دی اور آپ علیہ السلام کو دعا دی:

اَكْرَمَكَ اللَّهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَمَا أَكْرَمْتَنِي ﷺ

اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو عزت دے جیسا آپ نے مجھے عزت دی۔ معلوم ہوا کہ مرید اپنے شیخ کو، شاگرد استاد کو اور بیٹا باب کو دعا دے سکتا ہے، لہذا آپ علیہ السلام کے ہنسنے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا دی **اَصْحَّ حَكْمَ اللَّهِ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ** یہ حدیث بخاری شریف کی **کِتَابُ الْضَّحَّاكِ** میں موجود ہے۔

اب اس پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص برابر ہستار ہے اور ایک سینڈ بھی اس کی ہنسی نہ رکے، تو ہم کو اور آپ کو اس کے بارے میں کیا خیال ہو گا کہ اسے کسی ڈاکٹر کو دکھانا چاہیے، اس کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ہر وقت ہنسنے سے کیا مراد ہے؟ محمد شین نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ ہر وقت ہنسنے کی دعائیں ہے، بلکہ اس کا معنی ہے:

أَنِي أَدَمَ اللَّهُ فَرَحَّاكَ ﷺ

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کی فرحت اور خوشی کو ہمیشہ قائم رکھے۔ ہمیشہ ہنسنے سے بیہاں فرحت قلب مراد ہے، کیوں کہ جب فرحت قلب نہ ہو گی تو ہنسی کیا آئے گی؟ تو دلالتِ الترامی سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا دی کہ **أَدَمَ اللَّهُ فَرَحَّاكَ** اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ کے قلب کی فرحتوں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ قائم رکھیں۔

۲۰ صحیح البخاری: ۸۹۹/۲، باب التبسما والضحك

۲۱ المستدرک: ۲۹/۲، باب الادب

۲۲ مرقاة المفاتیح: ۳۸۸/۱۰، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ



اسی لیے عرض کر دیا کہ بعض لوگ ایک حدیث دیکھ کر مفتی بن جاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تھے، ہنستے نہیں تھے، دوسری احادیث ان کے مطابع میں نہیں، توجہ کسی عالم کو ہنستے دیکھتے ہیں تو اعتراض کرتے ہیں کہ صاحب یہ کیا ہے؟ حالانکہ میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں کہ حضرت سعد بن ابی و قاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے، انہوں نے جنگِ بدر میں ایک مشرک کو تیر سے مار گرا یا، وہ ننگا ہو گیا:

فَصَحَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَظَرَ إِلَى نَوَاجِذِهِ^{۳۳}

آپ علیہ السلام اتنا ہنسنے کے داڑھیں مبارک نظر آنے لگیں، الہذا علم پورا ہونا چاہیے اردو کی کتابیں پڑھ کر علماء کی اصلاح مت سمجھیے، مفتی نہ بنیے۔

ہنسنے میں بھی دل اللہ سے غافل نہ ہو

غرض ہمارے بزرگ ہنسنے بھی ہیں اور ہنساتے بھی ہیں، لیکن ان کا دل اللہ سے غافل نہیں ہوتا۔ ایک مجلس میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجدوب رحمۃ اللہ علیہ خوب ہنسنے اور مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے پیر بھائیوں کو بھی خوب ہنسایا۔ بعد میں خواجہ صاحب نے پوچھا کہ تیج بیانیں ہنسی کی اس محفل میں کیا آپ کے دل اللہ سے غافل تھے؟ تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ بوجہ ادب کے ہم سب خاموش ہو گئے۔ اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ! اس وقت بھی میرا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول تھا اور پھر یہ شعر پڑھا۔

لبوں پہ گو ہے ہنسی بھی ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیغم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے
اللہ والوں کی ہنسی اور اپنی ہنسی کو برابر مت سمجھو، کیوں کہ وہ ظاہر ہنس رہے ہوتے ہیں مگر ان کا دل پھر بھی رو رہا ہوتا ہے۔ اس پر میرا بھی ایک شعر ہے۔

لب ہیں خندان جگر میں ترا درد و غم

تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

^{۳۳} صحیح مسلم ۲۸/۲ بیاب فضل سعد بن ابی و قاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایچ ایم سعید

اللہ والا اگر کاروبار بھی کر رہا ہے، مخلوق میں بھی بیٹھا ہے، بات چیت بھی کر رہا ہے اور ہنس بھی رہا ہے، مگر اس وقت بھی وہ خدا کے ساتھ ہے۔ جسم کے مرتبے میں وہ آپ کے ساتھ ہے اور روح کے مرتبے میں وہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اس مضمون کو اختر نے ایک اور شعر میں پیش کیا ہے۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ با خدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

حق بات کہنے کا سلیقہ

پانچویں نصیحت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

قُلِ الْحَقُّ قَدْ أَنْكَرَ مُرْءُوا

حق بات کہوا گرچہ کڑوی ہو۔ لیکن دوستو! حق بات بھی اگر کہنا ہو تو اس کو بھی سلیقہ سے کہو، جیسے اگر کوئی اپنی ماں سے کہے کہ اے میرے اباکی بیوی! انشتا لاؤ۔ تو ہے تو حق، مگر ظالم نے حدیث کے مفہوم کو ضائع کر دیا۔ دین ہمیں ادب کا درس دیتا ہے، بے ادبی نہیں سکھاتا۔ دیکھو! حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے توڑنے کو اپنی طرف منسوب کیا، لیکن جب دو غلاموں کی دیوار کو سیدھا کیا تو اس کو اللہ کی طرف منسوب کیا، حالانکہ تینوں کام اللہ کے حکم سے کیے تھے، لیکن جو عیب کی بات تھی اس کو اپنی طرف منسوب کیا **فَأَذَرْدُتْ أَنَّ أَعِيَّبَهَا** پس ارادہ کیا میں نے کہ کشتی کو عیب دار کروں اور جب معاملہ دیوار سیدھی کرنے کا آیا تو اپنے رب کی طرف نسبت کی:

فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغاَ أَشْدَدَهُمَا وَيَسْتَخِرْجَاهَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ

لہذا دوستو! حق بات بے شک کہو، ڈٹ کر کہو، مگر موقع محل دیکھ کر ادب اور سلیقہ سے کہو۔ جیسے شکاری جس چڑیا کا شکار کرنا چاہتا ہے تو اس کی بولی بھی سیکھتا ہے، ورنہ وہ بھاگ جائے گی۔ اگر شاعر آیا ہے تو دو تین شعر پڑھ کر اس کو اللہ کے عشق میں پھنساؤ، اگر ڈاکٹر ہے تو اس کو تھوڑی سی

۲۲ شعب الایمان للبیهقی: ۵، باب الاختیار فی صدقۃ التطوع، مکتبۃ الرشد، ریاض

۲۳ الکھف: ۸۲

ڈاکٹری بھی سناؤ، مثلاً اس سے کہو کہ فرانس کے ڈاکٹر پاگلوں کو مسوک کرتے ہیں جس سے گندہ مواد ان کے دماغ سے نکلتا ہے اور وہ ٹھیک ہو رہے ہیں اور ہم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس مبارک سنت کو چھوڑے ہوئے ہیں، حالاں کہ مسوک سے نماز کا ثواب ستر گناہ بڑھ جاتا ہے اور کھانے کے بعد انگلیاں چائے سے ایک ایسا لاعب نکلتا ہے جس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔

یہ ڈاکٹروں کا تجربہ ہے، لیکن ہم ڈاکٹروں کے تجربے کی وجہ سے انگلیاں نہیں چائے، بلکہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں چائے ہیں۔ بالفرض اگر ڈاکٹر منع بھی کریں تو ہم ان کی نہیں مانیں گے، اپنے نبی کی مانیں گے۔ اسی طرح کھانے کا برتن صاف کرنا بھی سنت ہے، کیوں کہ برتن دعا دیتا ہے کہ اے اللہ! اس کو جہنم کی آگ سے اس طرح بچا جس طرح اس نے مجھے شیطان سے بچایا۔ اس حدیث کو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شامی جلد نمبر ۵، **کتاب الحظوظ والاباحۃ** میں نقل فرمایا ہے۔

راہِ حق میں طعن و ملامت سے نہ ڈریں

اور چھٹی نصیحت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

لَا تَخَفْ فِي الْمُلْكِ تُؤْمَدَةً لَا إِيمَانُكَ

اللہ کے راضی کرنے میں کسی کی ملامت کا خوف نہ کرو۔ اگر کوئی ہنسنا ہے تو ہنسنے دو۔ اگر کسی آدمی کو سخت پیاس لگی ہے اور کوئی شخص اسے ٹھنڈا شربت پلائے اور یہ جگہ اور بستی ایسی ہے کہ جہاں شربت پینے والوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، تو آپ بتائیں کہ کیا یہ پیاسا شخص لوگوں کے مذاق اڑانے کے خوف سے شربت پینا چھوڑ دے گا؟ تو اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت کی ایسی ہی پیاس مانگو کہ سارے عالم کی ملائیں تمہیں اللہ کی فرمائی برداری کرنے سے نہ روک سکیں۔

اگر کوئی شکاری مچھلی شکار کر کے اسے دوبارہ دریا میں چھوڑ دے، تو وہ دوبارہ دریا میں جائے گی یا نہیں؟ اور وہ دوسری سمندری مچھلیوں کی ہنسی مذاق اور طعنوں کی فکر بھی نہیں کرے گی، کیوں کہ اس کو پتا ہے کہ سمندر کے بغیر ہمیں راحت اور آرام نہیں مل سکتا، خشکی

میں تو موت ہے، اس لیے وہ کسی کے لعن طعن کی پروا نہیں کرے گی، بلکہ دوبارہ سمندر میں جانے کی کوشش کرے گی۔ اسی طرح مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، اللہ کے معاملے میں مخلوق کا خوف نہیں کرتا، کسی کی لعنت ملامت سے نہیں ڈرتا، اپنی بیوی سے نہیں ڈرتا، برادری اور معاشرہ سے نہیں ڈرتا، اپنے علاقہ اور ملک سے نہیں ڈرتا، سارا ملک اگر داڑھی منڈادے، لیکن وہ تنہاشیر کی طرح داڑھی رکھتا ہے۔ ہمارے لیے کتنے شرم کی بات ہے کہ وس لاکھ کی آبادی میں ایک سکھ رہتا ہے، لیکن وہ کافر ہو کر بھی اپنے گردناک کی محبت میں داڑھی نہیں منڈاتا۔ بھائیو! ہم کیا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ سے ایسا ایمان مانگو کہ اگر سارا جہاں کافر ہو جائے پھر بھی اے اللہ! ہم آپ کو نہ چھوڑیں، اسی کو عشق کہتے ہیں

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے

سر زاہد نہیں یہ سر سر سودائی ہے

اپنے عیوب کا استحضار کھیں

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساتویں اور آخری نصیحت یہ فرمائی:

لِيُحِزِّكَ حَنِّ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ تَفْسِيْكَ

کہ تمہیں اپنے نفس کے بارے میں معلوم ہے کہ تم نے کتنی بد معاشیاں کی ہیں، بالغ ہونے سے لے کر اب تک اپناسب حال معلوم ہے، لیکن دوسروں کا عیب نظر آتا ہے تو پہاڑ کے مانند بہت بڑا گلتا ہے اور اپنا عیب مچھر نظر آتا ہے، حالاں کہ حکم یہ ہے کہ اپنے عیب کا اتنا مطالعہ کرو کہ دوسروں کے عیب دیکھنے کا موقع ہی نہ ملے۔

اللہ والے کی نافرمانی کی سزا

توبات چل رہی تھی کہ اولیاء اللہ کے بارے میں اپنی زبان احتیاط سے استعمال کرو۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک جگہ فرمایا

ہے کہ بعض اوقات ہاتھی کو ستانے اور چھیڑنے کو تو ہاتھی برداشت کر لے گا، لیکن اگر ہاتھی کے بچے پر ہاتھ ڈال دیا تو ہاتھی چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔

ایک جنگل میں دس آدمی گئے، ایک صاحب کشف بزرگ نے ان سے کہا کہ دیکھو ہاتھی کے بچے کا گوشت مت کھانا۔ ان کو کشف ہوا تھا کہ وہ راستہ بھول جائیں گے اور ان کو بھوک لے گی۔ بزرگ کو خطرہ محسوس ہوا کہ بھوک کی شدت سے کہیں وہ ہاتھی کے بچے کا گوشت نہ کھالیں۔ کشف اللہ کے ہاتھ میں ہے، بندے کے اختیار میں نہیں، اگر اختیاری ہوتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہو جاتا جو قریب کے ایک کنویں میں موجود تھے۔ معلوم ہوا کہ کشف انبیاء کے اختیار میں بھی نہیں ہے، یہ دلیل ہے کہ کشف اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، لہذا جب اللہ کا فضل ہو تو ہزاروں میل دور سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو آگئی۔

بات چل رہی تھی دس آدمیوں کی کہ وہ جنگل میں راستہ بھول گئے، تو انہوں نے کہا کہ ہم ہاتھی کا گوشت نہیں کھائیں گے، کیوں کہ ہمارے بزرگ نے منع فرمایا ہے۔ کئی دن بعد جب ان کو شدید بھوک لگی ہوئی تھی اور وہ بھوک سے بدحواس ہو گئے تھے، ان کی نظر ہاتھی کے ایک بچے پر پڑی۔ نو آدمیوں نے کہا کہ ہم اپنے بزرگ کی بات پر عمل کرتے ہیں، انہوں نے ہمیں گوشت کھانے سے منع کیا تھا، لیکن دسویں آدمی نے کہا کہ اسے چھوڑو! ہمیں بھوک لگی ہے، چنانچہ اس نے تلوار سے اس بچے کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھالیا۔ رات کو اس بچے کی ماں ہتھی آگئی، جب اس نے دیکھا کہ بچہ نہیں ہے تو بچے کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی، اس نے دیکھا کہ ایک جگہ دس آدمیوں کی جماعت سوئی ہوئی ہے، ہتھی نے سب آدمیوں کا منہ سو نگھا، جس نے اس کے بچے کا گوشت کھایا تھا وہ درمیان میں سویا ہوا تھا کہ اگر ہاتھی آبھی گیا تو پہلے دوسروں کو پکڑے گا اور اس کے شور کی وجہ سے میں جاگ جاؤں گا، لیکن ہتھی نے باری باری سب کامنہ سو نگھا، جب درمیان والے کامنہ سو نگھا جس نے گوشت کھایا تھا تو ہتھی نے اپنے بچے کے خون کی بو پھاپان لی، اس نے اس آدمی کی ایک ٹانگ سونڈ میں پکڑی اور دوسری ٹانگ اپنے پیر کے نیچے دبا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعے کو

نصیحت کے طور پر فرماتے ہیں کہ دیکھو! اللہ کے حق میں اگر کوتاہی ہو جائے تو رونے سے اور معافی مانگنے سے وہ معاف کر دے گا، لیکن اگر اس کے اولیاء کو ستایا تو بعض اوقات وہ اپنے اولیاء کے معاف کرنے پر بھی معاف نہیں کرتا۔

بیچ قومے را خدا رسوانہ کرد
تا دلِ صاحب دلنامش بدرد

یعنی اللہ کسی قوم کو رسوانی نہیں کرتا جب تک وہ کسی اللہ والے کو نہ ستابے۔ اس لیے دوستو! میں نے یہ عرض کیا کہ اپنے کو تو عیب دار سمجھو، لیکن دوسرے کے عیب کو مت دیکھو۔ عوام علماء کے عیب نہ تلاش کریں اور مقتدی اپنے ائمہ کرام کے عیب پر نظر مت رکھیں، بلکہ ان کی خبر گیری کرو کہ وہ بے چارے کس حال میں ہیں اور ان کے لیے دعا کریں۔

اہل علم کی فضیلت

علماء کی عظمت پر آج میں نے جو بیان کیا اس پر اللہ پاک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم سے خوش فرمادیں، کیوں کہ علماء کی عزت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو میرے علماء کی عزت نہ کرے **فَلَيُسْمَنَا** میراں سے کوئی تعلق نہیں۔ سوچ لو اس کو! علماء کو اللہ تعالیٰ نے بڑی عظمت عطا فرمائی ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فضائل علم میں حدیث نقل کی ہے کہ علماء کو جنت کے دروازوں پر اللہ تعالیٰ روک دیں گے اور فرمائیں گے:

لَا تَدْخُلُوا إِشْفَعُوا إِلَيْنَ تَشَاءُونَ

ابھی جنت میں داخل نہ ہو، جس جس کی تم چاہو شفاعت کرو اور جنت میں لے جاؤ۔ یعنی اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے کہ اے علمائے کرام! تم کو ہم نے علم کی دولت دی ہے تم سفارش کرو، ہم تمہاری سفارش قبول کریں گے۔ بتائیے! کتنی بڑی چیز ہے۔ علماء و ارشین انیاء ہیں اور حدیث میں ہے کہ شفاعت کا حق سوائے تین کے اور کسی کو نہیں ملے گا انیاء، علماء اور شہداء۔

بزرگوں کی دعاؤں کا اثر

میں نے اس وقت بفضلہ تعالیٰ قرآن و حدیث سے مدلل بیان کیا ہے، عربی کی عبارات تک نقل کیں تاکہ اہل علم حضرات کو صحیح مزہ آئے، اہل علم کے لیے عربی کی عبارتیں شربتِ روح افزاء کا کام کرتی ہیں۔ یہاں جو علماء بیٹھے ہوئے ہیں ان سے پوچھ لو، میں نے تمام تفسیری اقوال عربی کے نقل کیے ہیں۔ اللہ نے عربی کی عبارات نقل کرنے کے متعلق میر احافظہ قوی کر دیا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کے بچے کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں، تو شاہی تربیت کے لیے ماں باپ کی غذاء بڑھادیتے ہیں۔ اگر کسی غریب کے بیٹے کو بہت بڑا نجیس بنانا ہے، تو ماں باپ کی روزی بڑھادیتے ہیں اور اس کو اچھی غذا ملتی ہے۔ ایسے ہی جس کی آغوش تربیت میں کسی بڑی شخصیت کی تربیت کرانی ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ شیخ کی بھی روحانی غذا میں بڑھادیتے ہیں۔ جب جسمانی غذاوں کے وہ رب العالمین ہیں تو روحانی غذاوں کے بھی وہ رب العالمین ہیں۔ الہذا اللہ تعالیٰ ان طالبین کی قسمتوں سے، محدثین کی قسمتوں سے، علماء کی قسمتوں سے مضامین بھی ویسے ہی دلِ شیخ پر عنایت فرماتے ہیں کہ ان کے دل میں بھی سیرابی آجائی ہے اور ان کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ الحمد للہ! ہمارا پیر علم کی روشنی میں تصوف کو سکھا رہا ہے ورنہ پھر وہ مزہ نہیں آتا۔ آج بڑے بڑے علماء جب اس فقیر سے عربی عبارت سنتے ہیں تو مطمئن ہو جاتے ہیں ورنہ اگر صرف اردو میں کہتا تو ان کی تشقی نہ ہوتی، آپ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے حافظہ بھی قوی کر دیا ورنہ پہلے میر احافظہ اتنا قوی نہ تھا کیوں کہ بڑے علماء سے واسطہ پڑنا تھا جن کو معمولی غذائے علم سے تشقی نہ ہوتی اللہ تعالیٰ نے ان علماء کی قسمتوں سے میر احافظہ بھی قوی کر دیا اور میرے علم میں اللہ نے برکت ڈال دی۔ بڑے بڑے علماء نے مجھ سے کہا کہ ہم لوگ جاہلوں میں اس طرح عربی نہیں پیش کرتے جیسے آپ ہم جیسے علماء میں پیش کرتے ہیں، اور صدر مدرس ہر دوئی نے کہا کہ تم مولویوں میں فر فر عربی عبارات نقل کرتے ہو، ذرا بھی نہیں ڈرتے کہ کہیں زیر زبر کی کوئی غلطی ہو جائے اور فاعل کو مفعول اور مفعول کو فاعل بنادو۔ میں نے کہا کہ میں جو کچھ بولتا ہوں اس کے سارے قواعد میرے ذہن میں ہوتے ہیں اور میں نے فنِ نحو پر ایک کتاب بھی لکھی ہے ”تسهیل قواعد النحو“ اور میں نے عربوں کو پڑھایا ہے، جب

میں نے عدہ، تمیز وغیرہ بیان کیے تو الحمد للہ! عربوں نے میرا شکریہ ادا کیا، اور یہ کرامت
میرے بزرگوں کی ہے۔ اس وقت ایک بڑا پیار اشعار یاد آگیا۔
چند تارے میرے قدموں میں بکھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

یہ بزرگ کون ہیں؟ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی دعائیں ہیں، شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی دعائیں ہیں، مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں ہیں۔ طبیہ کانج الہ آباد میں
پڑھتے وقت میں نے تین برس حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں
گزارے، میں کہتا ہوں کہ کوئی ایک دریا سے پیتا ہے، کوئی دریا سے پیتا ہے تو وہ سُگم ہو جاتا
ہے اور جو تین دریا سے فیض لیتا ہے وہ تربیہ ہو جاتا ہے، اس وقت میں ہندوستان کی زبان بول
رہا ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے اختر کو تین دریاؤں کا چشمہ عطا فرمایا ہے، بس اللہ قبول فرمائے اور مجھے
عاجزی اور تواضع کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمادے جہاں فنا بیت ختم ہوتی ہے، اس سے آگے
فنا بیت کا کوئی درجہ نہ ہو، خدا تعالیٰ اختر کو، ہم سب کو اس مقام تک پہنچا دے۔

آج میرا دو روحانی بیماریوں کے سلسلے میں کچھ عرض کرنے کا ارادہ تھا یعنی غصہ اور
بد نظری لیکن ایک مضمون دوسرے مضمون کی طرف چلا گیا۔ اب تو آپ کو یقین آجائے گا
کہ میں مقرر نہیں ہوں۔

رشتہ بر گرد نم افگنڈہ دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میرا دوست میری گردن میں رسی ڈالے ہوئے ہے، جس طرف چاہتا ہے مجھے لے جاتا ہے۔
گو میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس کو دوست کہہ سکوں، میں صرف اس شعر کا ترجمہ کر رہا
ہوں، لیکن اللہ کی ذات کریم ہے، کیا بعید ہے کہ وہ ہم جیسے نالائقوں کو بھی اپنا بنالے، اس کی
شان کریمی سے کیا بعید ہے۔

اس وقت جو کچھ اللہ نے ذہن میں ڈالا وہ میں نے بیان کر دیا، میرے پاس کچھ نہیں
ہے، میری جھوٹی میں اس نے جو کچھ ڈالا وہ میں نے پیش کر دیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے بھیک مانگتا



ہوں کہ یا اللہ! آپ کے بندوں کے لیے جو مضمون مفید ہو وہ میرے دل میں ڈال دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجھے جو بھیک عطا فرماتے ہیں وہ میں آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں اور میں اس پر خوش بھی ہوں، مجھے قطعی کوئی غم نہیں ہے کہ میں نے کیا بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اللہ نے مجھ سے کیا بیان کروادیا، ہم تو اپنے ارادے کے ٹوٹ جانے سے اس کو پہچانتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ارادے ٹوٹ جانے سے اپنے رب کو پہچانا معلوم ہوا کہ کوئی ہے جو ہمارے ارادوں پر اپنا ارادہ مسلط کرتا ہے۔

اب دعا کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیائے صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچا دے، نبوت کا دروازہ تو ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا لیکن ولایت کا دروازہ آپ نے قیامت تک کے لیے کھول رکھا ہے۔ لہذا اپنی رحمت سے، اپنے کریم ہونے کے صدقے میں کہ آپ کریم ہیں، ناہلوں پر فضل فرمانے والے ہیں، ہماری ناہلی کے باوجود اولیائے صدیقین کی منتہاتک ہم سب کو اپنی رحمت سے پہنچا دیجیے، ہمارے بچوں کو اور ان لوگوں کو جو میری مجلس میں آتے ہیں اور ان لوگوں کو جو میرے ہاتھ پر بیعت ہیں اور ان لوگوں کو جو میرے شخ کے ہاتھ پر بیعت ہیں، میرے متعلقین اور میرے شخ کے متعلقین یا اللہ! سب کو ولایت کی خطِ انتہا تک پہنچا دیجیے اور جو خانقاہ میں داخل ہو جائے اے اللہ! وہ بھی محروم نہ جائے، جو یہاں آجائے اس کو بھی اور ہم سب کو بھی صاحبِ نسبت بنادے، نسبتِ لازمہ بھی دے دے، نسبتِ متعدیہ بھی عطا فرمادے، آمین۔

**وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّ عَلَى أَلِهٖ وَّ صَحِّيْهٖ أَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ**



دین کی تبلیغ بلاشبہ نہایت اہم اور عظیم المرتجعہ عمل ہے۔ کام جتنا بلند ہوتا ہے اس کے لیے اہمیت بھی اتنی ہی اعلیٰ مرتبے کی درکار ہوتی ہے۔ دین کی تبلیغ جیسے نہایت حساس امور کی انجام دہی کرنے والوں کو جن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے فقہاء کرام نے اس کی وضاحت فرمادی ہے۔

شیخ العرب وابجم عارف بالله مجدد زمانہ حضرت اقدس مولا نا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ "علم اور علماء کرام کی عظمت" میں قرآن و حدیث کی روشنی میں نہایت مدلل انداز میں تبلیغ دین کا کام کرنے والے احباب سے خطاب فرماتے ہوئے ہر معاملے میں علمائے کرام سے رہنمائی اور ان کا ادب کرنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ شریعت کے احکامات جس طرح علماء کرام سمجھتے ہیں وہ عام مسلمان کے بس کی بات نہیں۔ شریعت و سنت سے ہٹ کر جو بھی کام کیا جائے گا وہ ہرگز مقبول نہیں ہو گا۔ اسی لیے حضرت اقدس نے خصوصاً تبلیغ دین کا کام کرنے والے حضرات کو ہر ہر قدم پر علماء کرام کی رائے حاصل کی ترغیب دی ہے تاکہ دین کے صحیح احکامات لوگوں تک پہنچیں اور ان کی محنت بارگاہوں میں درجہ معقولیت کو پہنچے۔

